مطالعہ پاکستان

9

مقابلے میں اوّل قرار پانے والی یہ کتاب حکومت پنجاب کی طرف سے تعلیمی سال 2019-20 کے لیے پنجاب کے سرکاری سکولوں میں تقسیم کی گئی جیکٹ میں شامل ہے۔

جی۔ ایف۔ ایچ پبلشرز
اُردو بازار، لاہور

GFH PUBLISHERS

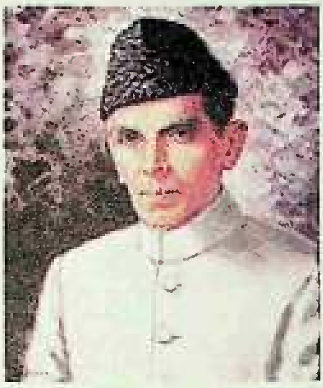

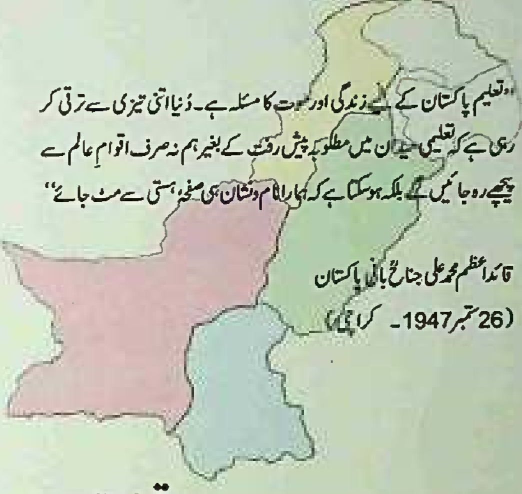

"تعلیم پاکستان کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ دُنیا اتنی تیزی سے ترقی کر رہی ہے کہ تعلیمی میدان میں مطلوبہ پیش رفت کے بغیر ہم نہ صرف اقوامِ عالم سے پیچھے رہ جائیں گے بلکہ ہو سکتا ہے کہ ہمارا نام و نشان ہی صفحۂ ہستی سے مٹ جائے"

قائداعظم محمد علی جناحؒ بانیٔ پاکستان
(26 ستمبر 1947ء۔ کراچی)

قومی ترانہ

پاک سَر زمین شاد باد — کِشورِ حسین شاد باد
تُو نشانِ عزمِ عالی شان — ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سَر زمین کا نظام — قُوّتِ اخوّتِ عوام
قوم مُلک سلطنت — پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مُراد

پَرچمِ ستارہ و ہِلال — رہبرِ ترقّی و کمال
ترجمانِ ماضی شانِ حال — جانِ اِستقبال
سایۂ خدائے ذُوالجلال

عرضِ ناشر

یہ کتاب قومی نصاب ۲۰۰۶ء اور نیشنل ٹیکسٹ بک اینڈ لرننگ میٹریلز پالیسی ۲۰۰۷ء کے تحت بین الاقوامی معیار پر تیار کی گئی ہے اور حکومتِ پنجاب کی طرف سے سرکاری سکولوں میں مہیا کی گئی ہے۔ اگر اس کتاب میں کوئی تصوّر وضاحت طلب ہو یا متن اور املا وغیرہ میں کوئی غلطی ہو تو اس بارے ادارے کو ضرور آگاہ کریں۔ ادارہ آپ کا شکر گزار ہوگا۔

جی۔ایف۔ایچ پبلشرز، 5-اُردو بازار، لاہور

رابطہ ناشر: 042-37149315, 042-37310569, 0347-4663944, 0315-4797763, 0333-4285894

مطالعہ پاکستان

برائے جماعت نہم

ناشر:

GFH
PUBLISHERS

جی۔ ایف۔ ایچ پبلشرز، اردو بازار، لاہور

باب اوّل

پاکستان کی نظریاتی اساس

(Ideological Basis of Pakistan)

تدریسی مقاصد:

اس باب کے مطالعہ کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- نظریہ کی تعریف، نظریہ کے ماخذ اور نظریہ کی اہمیت سے واقفیت حاصل کر سکیں۔
- نظریۂ پاکستان کا مفہوم، نظریۂ پاکستان کی تعریف اور نظریۂ پاکستان کی اساس کی وضاحت کر سکیں۔
- 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کی معاشی محرومی کو بیان کر سکیں۔
- دو قومی نظریے کے آغاز اور ارتقا سے آگاہی حاصل کر سکیں۔
- علامہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ کے ارشادات کی روشنی میں نظریۂ پاکستان کی وضاحت کر سکیں۔

پاکستان 14 اگست، 1947ء کو وجود میں آیا۔ بیسویں صدی میں بہت سی قوموں کو آزادی نصیب ہوئی اور کئی آزاد اور خود مختار مملکتیں دنیا کے نقشے پر اُبھریں۔ پاکستان بھی اُن میں سے ایک ہے لیکن پاکستان کی بنیاد بالکل منفرد اور جداگانہ تھی۔ بیشتر ممالک نسل، زبان اور علاقے کی بنیاد پر تخلیق ہوئے۔ پاکستان واحد ملک ہے جو ایک مضبوط نظریے کے سبب وجود میں آیا۔ پاکستان کے نظریے کی اساس دینِ اسلام ہے جو مسلمانوں کی زندگی کے تمام شعبوں میں راہنمائی کرتا ہے۔ اسلامی نظامِ حیات انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ یہ معاشرتی، اخلاقی، سیاسی، مذہبی اور معاشی شعبوں کے حوالے سے بنیادی اصولوں کا حامل ہے۔ اسلامی نظام قرآنِ پاک اور حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی سنّت اور احادیث پر استوار ہے۔ یہی نظام پاکستان کی بنیاد قرار پایا۔

نظریہ (Ideology)

لفظ ''نظریہ'' کو انگریزی زبان میں آئیڈیالوجی (Ideology) کہا جاتا ہے۔ نظریے سے مراد ایسا ضابطہ یا پروگرام ہے جس کی بنیاد فلسفہ و تفکّر پر رکھی گئی ہو اور انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں مثلاً سیاسی، معاشرتی اور تہذیبی مسائل کے حل کے لیے کوئی منصوبہ بنایا گیا ہو۔

ورلڈ انسائیکلوپیڈیا (World Encyclopaedia) کی تعریف کی رُو سے:

''نظریہ سیاسی اور تمدّنی اصولوں کا مجموعہ ہے جس پر کسی قوم یا تہذیب کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں۔''

ڈاکٹر جارج براس (Dr. George Brass) کے الفاظ میں:

''عام زندگی کا ضابطہ یا کوئی پروگرام جس کی بنیاد فکر و فلسفہ پر استوار ہو آئیڈیالوجی کہلاتا ہے۔''

نظریے کے ماخذ (Sources of Ideology)

درج ذیل عناصر کی وجہ سے لوگوں میں نظریات کی تشکیل ہوتی ہے۔

-1 مشترکہ مذہب (Common Religion)

مذہب محض چند عبادات کا مجموعہ ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ پوری معاشرتی زندگی پر گہرے اثرات رکھتا ہے۔ ہر مذہب نے سماجی تعلقات کو مخصوص نظریات کی روشنی میں استوار کیا مثلاً یورپ نظریۂ عیسائیت کے تحت، جاپان نظریۂ بدھ مت کے تحت، ہندو نظریۂ ہندوازم کے تحت اور مسلمان نظریۂ اسلام کے تحت زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔

-2 مشترکہ نسل (Common Race)

مشترکہ نسل سے مشترک نظریات جنم لیتے ہیں۔ ایک ہی نسل کے لوگوں میں ہمدردی اور اخوت کے جذبات کا پروان چڑھنا عین فطری عمل ہے۔ ہم نسلی ایک مضبوط بندھن ہے جو مشترک نظریات کے باعث انسانوں کو خونی رشتوں میں منسلک کیے ہوئے ہے۔

-3 مشترکہ زبان اور رہائش (Common Language and Residency)

زبان ہی کے ذریعے لوگ اپنے جذبات و احساسات اور خیالات دوسروں تک پہنچاتے ہیں جس سے نئے نظریات تشکیل پاتے ہیں۔ لوگوں کے طور طریقوں اور نظریات میں یکسانیت کافی حد تک مشترکہ رہائش کا مرہونِ منت ہے۔

-4 مشترکہ سیاسی مقاصد (Common Political Purposes)

دورِ حاضر کی بیشتر قومیں اپنے مشترکہ سیاسی مقاصد اور سیاسی نظریات کی بدولت اپنی قومی زندگی کی بقا کے لیے آزادی حاصل کرنے کی کوشش میں لگی ہوئی ہیں تاکہ وہ مضبوط قوم کا روپ دھار سکیں۔

-5 مشترکہ رسم و رواج (Common Customs)

ہر دور میں نظریات کی تشکیل میں مشترکہ رسم و رواج کا بڑا عمل دخل رہا ہے۔ مشترکہ رسم و رواج کی وجہ سے لوگوں میں ثقافتی اور فکری اعتبار سے نظریاتی ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔

نظریے کی اہمیت (Significance of Ideology)

- انسان ایک مقصد کے تحت دنیا میں آیا ہے۔ بے مقصد زندگی کبھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکتی۔ قوموں کے وجود کا پتا اُن کے نظریات سے ہوتا ہے۔
- نظریات قوموں میں مقصد کا شعور پیدا کرتے ہیں اور نظریات سے ہی قومیں کامیابی کی منزل سے ہمکنار ہوتی ہیں۔
- نظریہ کسی سیاسی، معاشی، معاشرتی یا ثقافتی تحریک کو بنیاد فراہم کرتا ہے۔
- نظریہ انسانی زندگی کا محور اور اس کی قوت محرّکہ کا دوسرا نام ہے۔
- نظریہ انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نظم وضبط دیتا ہے۔
- نظریہ انسان کے ایک دوسرے کے ساتھ قومی حقوق وفرائض کا تعین کرتا ہے۔
- نظریہ ایک روح کی مانند ہوتا ہے جو نظر نہیں آتا لیکن اقوام اسی کی بدولت زندہ اور متحرّک نظر آتی ہیں۔
- اگر کوئی قوم اپنے نظریے کو نظرانداز کردے تو اس کا وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے اور کوئی دوسرا نظریہ اسے اپنے اندر ضم کرنے کے لیے کوشاں ہو جاتا ہے۔

نظریۂ پاکستان کا مفہوم (Meanings of Ideology of Pakistan)

پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے جس کی بنیاد ایک فلسفۂ حیات پر استوار کی گئی۔ یہ فلسفہ دینِ اسلام ہے۔ پاکستان کی تمام تر اساس دینِ اسلام ہے اور اس کا اس سرزمین پر نفاذ صدیوں تک رہا ہے۔ یہی وہ لائحہ عمل اور جذبہ ہے جو تحریکِ پاکستان کا موجب بنا۔ نظریۂ پاکستان اور اسلامی نظریہ حیات کو ہم معنی قرار دیا جاتا ہے۔ بلاشبہ اسلامی نظریۂ حیات، نظریۂ پاکستان کی بنیاد ہے۔

برصغیر میں صدیوں تک مسلمانوں کی حکومت رہی۔ وہ اپنے مذہب کے مطابق آزادانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ انگریزوں کا راج قائم ہوا تو اسلام اور مسلمانوں کی آزاد حیثیت کو نقصان پہنچا۔ غیر مسلموں کے اقتدار میں مسلمان مجبور اور محکوم رہے۔ جب انگریز کا راج ختم ہونے لگا تو صاف نظر آرہا تھا کہ برصغیر پر ہندو اکثریت کی حکومت قائم ہو جائے گی اور مسلمان انگریزوں کی عارضی غلامی سے نجات پاکر ہندوؤں کی دائمی غلامی کا شکار ہو جائیں گے۔ سرسید احمد خاں، قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ، علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور کئی دوسرے مسلم اکابرین نے برصغیر کے مسلم عوام کے تحفظ، وقار اور آزادی کے لیے کوششیں شروع کیں۔ انھی اکابرین کی کوششوں کے نتیجے میں پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔

نظریۂ پاکستان کی تعریف (Definition of the Ideology of Pakistan)

ذیل میں نظریۂ پاکستان کی مختلف تعریفیں بیان کی گئی ہیں۔

1- نظریۂ پاکستان قرآن وسنت کے اصولوں پر مبنی معاشرہ کی تخلیق کا نام ہے۔

2- نظریۂ پاکستان اسلام کے اصولوں پر عمل کرنے اور ایک تجربہ گاہ کے حصول کے لیے سوچ کا نام ہے۔

3- نظریۂ پاکستان مسلمانوں کی سیاسی، معاشرتی، ثقافتی اور معاشی قدروں کی حفاظت کے لیے کیے جانے والے اقدامات کا نام ہے۔

4- ملّی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے پاکستان میں اسلام کی حکمرانی اور اتحاد بین المسلمین کی عملی کوشش کا نام نظریۂ پاکستان ہے۔

5- نظریۂ پاکستان ایک ایسی ریاست کے قیام کا نام ہے جہاں عوامی فلاح وبہبود کا خیال رکھا جائے۔

نظریۂ پاکستان کی اساس

(Basis of the Ideology of Pakistan)

برصغیر کے مسلمانوں نے ایک علیحدہ ریاست اس لیے حاصل کی تاکہ اللہ تعالیٰ کے حتمی اور قطعی اقتدارِ اعلیٰ کے تصوّر کو عملی جامہ پہنایا جاسکے۔ اُس ذاتِ عظیم کی برتر اور مطلق قوت کو نافذ کیا جائے اور ایک ایسا نظام رائج ہو جس میں قرآنِ پاک اور احادیثِ رسول مقبول صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر مبنی اصولوں کو اپنایا گیا ہو۔

اسلام محض عبادات اور رسومات کے مجموعہ کا نام نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسانی زندگی کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتا ہے۔ اس میں معاشرت، معیشت، اخلاقیات اور سیاسیات کے تمام مقاصد کو پورا کرنے کی صلاحیّت موجود ہے۔ اسلامی نظام، جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہے اور ہر دور کے لیے مکمل طور پر قابلِ عمل ہے۔

نظریۂ پاکستان اسلامی نظریۂ حیات پر مبنی ہے۔ عقائد وعبادات، عدل وانصاف، مساوات، جمہوریت کا فروغ، اخوّت وبھائی چارہ اور شہریوں کے حقوق وفرائض جیسی اسلامی اقدار نظریۂ پاکستان کی اساس ہیں۔ ان اسلامی اقدار کی تفصیل ذیل میں پیش ہے۔

1- عقائد و عبادات (Beliefs and Prayers)

پاکستان کے قیام کا مطالبہ کیا گیا تو اس کے پس منظر میں یہ سوچ بھی کارفرما تھی کہ مسلمان اپنے عقائد کے مطابق زندگی گزار سکیں اور عبادات کی ادائیگی میں کوئی رکاوٹ محسوس نہ کریں۔ عقائد میں توحید، رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم، آخرت، ملائکہ اور الہامی کتب پر ایمان لانا شامل ہے۔ان کے مجموعے کو ایمان کہتے ہیں۔

☆ توحید و رسالت اسلام کا پہلا رُکن ہے۔ توحید سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ ہی کوئی چیز اس کے علم سے باہر ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۝ (بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے) یعنی کوئی شے اس کی قدرت سے باہر نہیں۔انسان کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے نائب کی ہے لہٰذا مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کے احکامات ماننا لازم ہیں۔اللہ تعالیٰ کے قادرِ مطلق ہونے اور انسان کے نائب ہونے کے عقائد سے خود بخود واضح ہو جاتا ہے کہ انسان اپنی طاقت کی حد تک عمل پر قادر ہے لیکن اصل قدرت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

☆ "عقیدۂ رسالت کا مطلب تمام رسولوں پر ایمان لانا ہے، دائرہ اسلام میں آنے کے لیے لازم ہے کہ عقیدۂ رسالت کو دل و جان سے تسلیم کیا جائے اور کسی اعتبار سے اس میں شک و شبہ نہ کیا جائے، حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم کو اللہ تعالیٰ کا آخری رسول ماننا عقیدۂ رسالت کا لازمی جزو ہے"۔

☆ اسلام کا دوسرا رُکن نماز ہے جس کو مقررہ اوقات کے مطابق ادا کرنا فرض ہے۔ دراصل اقامتِ صلوٰۃ، اقامتِ دین کا وہ نمونہ ہے جس کا ہر روز مظاہرہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ایسا ہی نظام پورے معاشرے میں قائم ہونا چاہیے۔

☆ اسلام کا تیسرا رُکن روزہ ہے۔تمام عبادات کی طرح روزہ بھی فرض کا بہترین اظہار ہے۔

☆ چوتھا رُکن زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ مالی عبادت ہے اور اسلام کے معاشی نظام کی پختگی کا ذریعہ ہے۔ زکوٰۃ کے نظام کی وجہ سے دولت چند ہاتھوں میں اکٹھی ہونے کی بجائے گردش میں رہتی ہے اور معاشرے کے غریب طبقے تک بھی پہنچ جاتی ہے۔

☆ حج اسلام کا پانچواں رُکن ہے جو صاحبِ اِستطاعت لوگوں پر فرض ہے۔ حج کے موقع پر لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْک

کی پکار مسلمانوں کے اتحاد اور بھائی چارے کی ایسی مثال ہے جو پوری دنیا میں کہیں نظر نہیں آتی۔

2- عدل و انصاف اور مساوات (Justice and Equality)

ایک منصفانہ معاشرے کا قیام عمل میں لاتے ہوئے مسلمانانِ برصغیر نے عدل اور سماجی مساوات پر زور دیا۔ معاشرے میں ذات پات، رنگ و نسل اور زبان و ثقافت کی تمیز روا رکھے بغیر تمام انسانوں کو برابر درجہ دیے جانے کا عزم کیا گیا۔ ریاست میں سب افراد کے لیے مساوی قانون اور یکساں عدالتی نظام قائم کیا گیا۔ آزاد عدلیہ اور قانون کی حکمرانی عوام میں مساوات اور انصاف کے قیام کی بنیادی شرائط ہیں۔ اسلامی ریاست نے انصاف کی سربلندی پر زور دیا۔

حضرت محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم نے اس حقیقت کو خطبہ حجۃ الوداع میں یُوں بیان فرمایا ہے: ''اے لوگو! تم سب کا پروردگار ایک ہے اور تم سب آدمؑ کی اولاد ہو۔ پس کسی عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔''

3- جمہوریت کا فروغ (Promotion of Democracy)

اسلامی ریاست اور معاشرے کی بنیاد مشاورت ہے۔ اسلامی معاشرے میں جمہوریت کو فروغ حاصل ہوتا ہے اور عوام کے حقوق کا خیال رکھا جاتا ہے۔ انہیں مساوی درجہ ملتا ہے اور وہ قانون کے دائرے کے اندر رہ کر زندگی گزارتے ہیں۔ قوانین انہیں تحفظ مہیا کرتے ہیں۔ قانون کی نظر میں سب برابر ہوتے ہیں۔ افراد میں رنگ، نسل، ذات پات یا زبان کی بنیاد پر کوئی تمیز روا نہیں رکھی جاتی۔ حکومتی نظام سب لوگوں کی بھلائی کو پیشِ نظر رکھ کر چلایا جاتا ہے۔

قائداعظمؒ نے 14 فروری، 1948ء کو سبی کے مقام پر تقریر کرتے ہوئے قیامِ پاکستان کی غرض و غائیت یوں بیان کی:

''آؤ ہم اپنے جمہوری نظام کو اسلامی اصولوں کے مطابق بنیاد فراہم کریں۔ اللہ ذوالجلال نے ہمیں سکھایا ہے کہ ہم ریاستی امور کو باہم صلاح مشورے سے طے کریں۔''

4- اخوّت و بھائی چارہ (Fraternity and Brotherhood)

اسلامی معاشرے میں اخوّت و بھائی چارے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ مدینہ منورہ میں جب اسلامی حکومت

بی تو اس میں اخوّت و بھائی چارے کی مثال دیکھنے کے قابل تھی۔آج بھی اسلامی معاشرہ اسی اخوّت و بھائی چارے کا متقاضی ہے جو کہ مدینہ منوّرہ میں نظر آئی تھی۔اسلام سے پہلے اس اصول کا فقدان تھا اور لوگ ایک دوسرے کی جان کے دشمن تھے لیکن مدینہ کی ریاست کے وجود سے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے حقوق العباد پر زور دیتے ہوئے یتیموں، بیواؤں اور ناداروں سے مشفقانہ روّیہ کی تلقین کی۔ آپؐ نے لوگوں کو ایک ضابطۂ حیات دیا تاکہ لوگ آپس میں محبت سے رہ سکیں اور معاشرے میں بھائی چارے کی فضا قائم ہو۔آپؐ نے زکوۃ اور خیرات کے نظام کو وضع کیا اور سُود کو حرام قرار دیا کیونکہ اسلام میں دوسروں کے استحصال کی کوئی گنجائش نہیں۔

اخوّت اس بات کا درس دیتی ہے کہ آپس میں برادرانہ تعلقات استوار ہونے چاہییں تاکہ کسی کے حقوق سلب نہ ہوسکیں اور نہ ہی کوئی کمزور پر ظلم کرے۔حضور اکرم صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے وہ اس سے خیانت نہ کرے۔ آپؐ نے کینہ اور حسد سے باز رہنے کا درس دیا۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اتفاق سے رہیں اور ایک دوسرے کی مدد کریں۔

5- شہریوں کے حقوق وفرائض (Rights and Duties of Citizens)

جب پاکستان کا قیام عمل میں لایا گیا تو ایک طرف شہریوں کے حقوق اور تحفظات کی اہمیّت تسلیم کی گئی تو دوسری جانب اُن کے فرائض پر بھی بھرپور زور دیا گیا۔ایک اسلامی معاشرے میں حقوق کے ساتھ ساتھ فرائض کا ذکر بھی خصوصی طور پر کیا جاتا ہے۔ایک فرد کا حق دوسرے فرد کا فرض بن جاتا ہے۔حقوق وفرائض کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ لازم وملزوم ہیں۔ یہ فرائض ادا کر کے ہی ایک فرد حقوق حاصل کرنے کے قابل بنتا ہے۔فرائض کا تعلق انسان کے ذاتی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں سے ہوتا ہے۔ اسلامی ریاست کو حقوق وفرائض کا باہمی توازن ایک کامیاب ریاست بنا دیتا ہے۔

پاکستان میں اقلیّتوں کو تحفظ دینے کی سوچ بھی قیامِ پاکستان کے مطالبے کے پس منظر میں شامل تھی۔ قائداعظمؒ نے بھی یہ واضح کر دیا تھا کہ پاکستان میں اقلیّتوں کے حقوق کا پورا خیال رکھا جائے گا۔ اسلام کسی صورت میں بھی یہ اجازت نہیں دیتا کہ اسلامی معاشرے میں زندگی گزارنے والی اقلیّتوں کے جان، مال، عزّت اور مذہبی روایات کا تحفظ نہ کیا جائے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی معاشی محرومی

(Economic Deprivation of Muslims in India)

1857ء کی جنگِ آزادی ختم ہوئی تو مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اگرچہ ہندوؤں نے بھی اس جنگ میں مسلمانوں کا ساتھ دیا تھا لیکن وہ مسلمانوں کو تمام کارروائیوں کا ذمہ دار قرار دے کر خود بری الذّمہ ہوگئے۔ مسلم قوم زیرِعتاب آئی اور انہیں سنگین نتائج بھگتنا پڑے۔

1- انگریزوں نے تعصب اور مسلم دشمنی کے جذبہ کے تحت مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں خصوصاً فوج سے نکال دیا اور ان پر سرکاری ملازمت کے دروازے بند کردیے۔ مسلمان اپنی قابلیت اور استحقاق کے باوجود کم تر اہلیت کے حامل ہندوؤں کے مقابلے میں ملازمت سے محروم رکھے جاتے تھے۔

2- اکثر مسلمانوں کی جاگیریں چھن گئیں، اُن کی جائیدادیں ضبط کرلی گئیں اور بعض مسلمان کسانوں کو زمینوں سے بے دخل کردیا گیا۔ اُن کی جاگیریں اور زمینیں غیر مسلموں کو بطور انعام دے دی گئیں۔ مسلمان، مالک کی بجائے مزارع بن گئے۔ سرسیّد احمد خاں نے مسلمانوں کی حالتِ زار کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔ ''کوئی بلا آسمان سے ایسی نہیں اتری جس نے زمین پر پہنچنے سے پہلے کسی مسلمان کا گھر نہ ڈھونڈا ہو۔''

3- مسلمانوں کے کاروبار بند ہوگئے۔ انگریزوں نے ہندوؤں کو خصوصی کاروباری مراعات اور رعائتیں دے کر انھیں اپنے ساتھ ملالیا۔ ہندوؤں نے مقامی تجارت کے میدان میں اپنی اجارہ داری قائم کرلی اور مسلمان تجارت پیشہ لوگ اقتصادی بحران کا شکار ہوگئے۔

4- برطانیہ میں صنعتی انقلاب کے نتیجے میں وہاں عمدہ اور سستا مال تیار ہونے لگا جو ہندوستان میں درآمد کیا جاتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کی دوسری اقوام کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی گھریلو صنعت جس کے پیداواری ذرائع ترقی یافتہ نہ تھے، تباہ ہوگئی۔

5- برطانیہ کی صنعتی اشیا تو ہندوستان میں آسکتی تھیں لیکن ہندوستان کی چیزوں کی کھپت نہ برطانیہ میں تھی اور نہ یورپ میں تھی۔ ہندوستان کی بیرونی تجارت متاثر ہونے سے لاکھوں افراد بے روزگار ہوگئے جس میں مسلمانوں کی بھی کثیر تعداد شامل تھی۔

دوقومی نظریہ: آغاز، ارتقا اور وضاحت

(Two-Nation Theory: Origin, Evolution and Explication)

☆ برصغیر میں ہر شخص جو اسلام قبول کرتا تھا وہ اپنے آپ کو معاشرتی اور سیاسی سطح پر مسلم معاشرے اور ریاست سے وابستہ کر لیتا تھا۔ ایسی صورت میں وہ اپنے سابقہ رشتوں کو ترک کر کے اپنے آپ کو ایک نئے سماجی نظام سے جوڑ لیتا تھا۔ اسی بنیاد پر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانانِ برصغیر کا الگ اور منفرد مزاج پیدا ہوا جو ہر لحاظ سے دوسری اقوامِ ہند سے مختلف تھا۔ اسی تشخص کو اساس مانتے ہوئے دوقومی نظریہ اُجاگر ہوا۔

☆ برصغیر کے تاریخی تناظر میں دوقومی نظریے سے مراد یہ ہے کہ یہاں دو بڑی اقوام آباد ہیں، جن میں سے ایک مسلمان اور دوسری ہندو قوم ہے۔ یہ دونوں اقوام اپنے مذہبی نظریات، اپنے رہن سہن کے انداز اور اجتماعی سوچ میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ ان اقوام کے بنیادی اصول اور رہن سہن کے طریقے ایک دوسرے سے اس قدر مختلف ہیں کہ یہ صدیوں اکٹھا رہنے کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ گھُل مِل نہ سکیں۔ دوقومی نظریے کی بنیاد پر ہی مسلمانانِ ہند نے اپنی آزادی کی لڑائی لڑی اور اسی نظریے کو ایک تاریخی حقیقت ماننے کے بعد ہندوستان میں دو الگ الگ ریاستیں، پاکستان اور بھارت کے نام سے وجود میں آئیں۔ یہی تصوّر نظریۂ پاکستان کی اساس ہے۔ دوقومی نظریے کے ارتقا کے سلسلے میں مختلف ادوار کی شخصیات اور ان کے افکار کا مختصر جائزہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

☆ برصغیر میں سرسید احمد خاں نے سب سے پہلے 1867ء میں بنارس میں اُردو ہندی تنازعے کی بِنا پر دوقومی نظریے کی اصطلاح استعمال کی۔ سرسید نے مسلمانوں کو ایک علیحدہ قوم کہا اور حکومت کو باور کرایا کہ برصغیر میں کم از کم دو اقوام آباد ہیں۔ ایک مسلمان اور دوسری ہندو قوم۔ مسلمان ہر لحاظ سے ایک علیحدہ قوم ہیں کیونکہ اُن کی تہذیب، ثقافت، زبان، رسوم و رواج اور زندگی کا فلسفہ ہندوؤں سے جدا ہے۔ اس نظریہ نے مسلمانوں میں سیاسی جذبے کو اُبھارا اور ان کو ایسی قیادت دی جس نے تحریکِ آزادی کو جِلا بخشی۔ اسی دوقومی نظریے کی بِنا پر ہندوستان تقسیم ہوا۔

سرسید احمد خاں

☆ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے مسلمانوں کے لیے الگ ریاست کا تصور پیش کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ ان کے مذہبی، سیاسی اور معاشرتی حقوق کو سلب کر لیا جائے۔ لہٰذا میری خواہش ہے کہ مسلمانوں کے لیے پنجاب، سرحد (خیبر پختونخوا)، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک ریاست بنا دی جائے۔

چودھری رحمت علی

☆ چودھری رحمت علی نے جنوری 1933ء میں انگلستان میں قیام کے دوران اپنے چند ساتھیوں سے مل کر ایک کتابچہ 'Now or Never' کے نام سے شائع کیا۔ اس کتابچے کو ہندوستانی سیاست دانوں میں تقسیم بھی کیا گیا۔ اس کتابچے میں مسلمانوں کی علیحدہ ریاست کا نام پاکستان تجویز کیا گیا۔

چودھری رحمت علی کا خیال تھا کہ مسلمانوں کی اپنی ایک تاریخ اور تہذیب ہے۔ انھی کی بنیاد پر ان کی قومیت ہندوستانی ہونے کی بجائے پاکستانی ہے۔ وہ یقین رکھتے تھے کہ مسلمان ایک ایسی قوم ہے جو ہندوستان میں دوسرے بسنے والوں سے مختلف ہے۔

☆ قائدِاعظم محمد علی جناحؒ دو قومی نظریے کے زبردست حامی تھے اور وہ ہر لحاظ سے مسلمانوں کو الگ قوم کا درجہ دیتے تھے۔ آپؒ نے اس سلسلے میں فرمایا: ''قومیت کی جو بھی تعریف کی جائے مسلمان اس تعریف کی رُو سے الگ قوم ہیں۔ وہ اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ اپنی الگ مملکت قائم کریں۔'' قراردادِ لاہور 23 مارچ، 1940ء کو منظور ہوئی جس میں آپؒ نے خطبہ صدارت دیتے ہوئے فرمایا: ''ہندو اور مسلمان دو علیحدہ مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں جو بالکل مختلف عقائد پر قائم ہیں اور مختلف نظریات کی عکاسی کرتے ہیں۔ دونوں اقوام کے ہیروز، رزمیہ کہانیاں اور واقعات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ لہٰذا دونوں قوموں کو ایک لڑی میں پرونے کا مقصد برصغیر کی تباہی ہے کیونکہ یہ برابری کی سطح پر نہیں بلکہ اقلیت اور اکثریت کے روپ میں موجود ہیں۔ برطانوی حکومت کے لیے بہتر ہوگا کہ ان دونوں قوموں کے مفادات کو مدِنظر رکھتے ہوئے برصغیر کی تقسیم کا اعلان کرے جو کہ تاریخی اور مذہبی لحاظ سے ایک صحیح قدم ہوگا۔''

نظریۂ پاکستان اور علامہ اقبالؒ

(Ideology of Pakistan and Allama Iqbal)

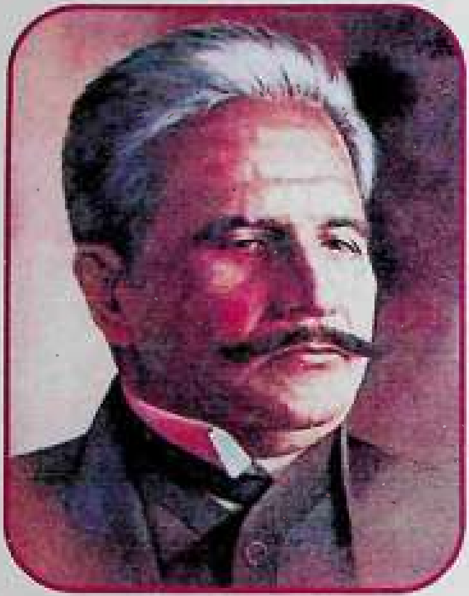

علامہ اقبالؒ

علامہ اقبالؒ نے مسلمانوں کو الگ ریاست کا تصور دیا اور اپنی شاعری کے ذریعے ان کو بیدار کیا۔ پہلے پہل آپ بھی ہندو، مسلم اتحاد کے حامیوں میں سے تھے لیکن ہندوؤں کی تنگ نظری اور متعصب روّیے نے جلد ہی علامہ اقبالؒ کو یہ بات سوچنے پر مجبور کر دیا کہ وہ الگ ملک کا مطالبہ کریں۔

☆ آپ نے 1930ء میں اپنے مشہور خطبہ الٰہ آباد میں مسلمانوں کے لیے ایک الگ ریاست کا مطالبہ کیا تا کہ مسلمان اس میں رہ کر اپنے مذہب اور ثقافت کے مطابق زندگی گزار سکیں۔

آپؒ نے فرمایا:

''مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ اور نہیں تو شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کو بالآخر ایک اسلامی ریاست قائم کرنا پڑے گی۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام بحیثیت تمدنی قوت زندہ رہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت قائم کریں۔ میں صرف ہندوستان میں اسلام کی فلاح و بہبود کے خیال سے ایک منظم اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ کر رہا ہوں''۔

☆ علامہ محمد اقبالؒ نے نظریۂ پاکستان کے حوالے سے دعویٰ کیا کہ ہندو اور مسلمان ایک مملکت میں اکٹھے نہیں رہ سکتے اور مسلمان جلد یا بدیر اپنی جداگانہ مملکت بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ علامہ اقبالؒ نے برصغیر میں واحد قوم کے وجود کا تصوّر مسترد کر دیا اور مسلم قوم کی جداگانہ حیثیت پر زور دیا۔ اسلام کو ایک مکمل نظام مانتے ہوئے علامہ محمد اقبالؒ نے واضح طور پر کہا کہ:

''انڈیا ایک برصغیر ہے، ملک نہیں۔ یہاں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے اور مختلف زبانیں بولنے والے لوگ رہتے ہیں اور مسلم قوم اپنی علیحدہ پہچان رکھتی ہے۔ تمام مہذب قوموں کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کے مذہبی اصولوں اور ثقافتی وسماجی اقدار کا احترام کریں۔''

☆ علامہ اقبالؒ نے فرمایا کہ مسلمان اسلام کی وجہ سے ایک ملّت ہیں اور ان کی قوت کا دارومدار بھی اسلام ہے۔ انھوں نے مسلم ملت کی اساس کے حوالے سے حقیقی تصور اپنے اشعار میں پیش کیا۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر ۔۔۔ خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ
اُن کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار ۔۔۔ قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

☆ آپؒ نے مسلمانوں کو مذہب اسلام کے ہر پہلو کو اپنانے اور رنگ و نسل کے بتوں کو توڑنے کا مشورہ دیا۔

بتانِ رنگ و بُو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا ۔۔۔ نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

☆ علامہ اقبالؒ ساری دنیا میں بسنے والے مسلمانوں کو ایک ملّت تصور کرتے تھے۔ اس لیے انھوں نے نیل کے ساحل سے کاشغر تک کے مسلمانوں کو حرم کی پاسبانی کے لیے ایک ہونے کا پیغام دیا۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے ۔۔۔ نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

نظریۂ پاکستان اور قائداعظمؒ
(Ideology of Pakistan and Quaid-e-Azam)

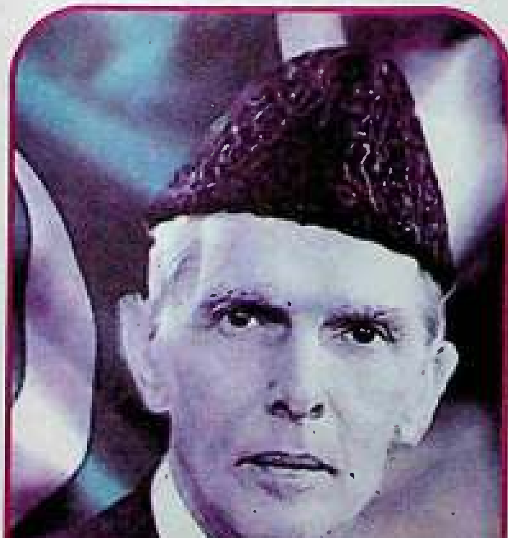
قائداعظم محمد علی جناحؒ

قائداعظم محمد علی جناحؒ کے نظریۂ پاکستان کے مطابق برصغیر پاک و ہند کے وہ مسلم اکثریتی علاقے مثلاً پنجاب، بنگال، آسام، سندھ، سرحد (خیبرپختونخوا) اور بلوچستان کو ملا کر پاکستان بنا دیا جائے جس میں یہاں کے لوگ اپنے مذہب اسلام، تہذیب، روایات، اخلاقیات اور معاشیات کے اصولوں کے مطابق اپنی زندگی استوار کر سکیں۔ جہاں مسلمان آزاد ہوں وہاں وہ اپنی اقدار کے مطابق ملک اور حکومت کے نظام کو چلائیں۔ اُس کے ساتھ ساتھ اقلیتوں کو بھی برابر کے حقوق حاصل ہونے چاہییں۔

☆ قائداعظمؒ اسلامی نظام کو پوری طرح قابلِ عمل سمجھتے تھے اور قرآن پاک کو بنیاد مان کر ملکی نظام کو استوار کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ 1943ء میں کراچی میں فرمایا:

''وہ کون سا رشتہ ہے جس سے منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں؟ وہ کون سی چٹان ہے جس پر اس ملت کی عمارت استوار ہے؟ وہ کون سا لنگر ہے جس سے اس امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟ وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر خدا تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہے۔''

قائداعظمؒ کا طلبہ سے خطاب

☆ مارچ 1944ء میں طلبہ سے مخاطب ہوتے ہوئے آپؒ نے فرمایا:

''ہمارا راہنما اسلام ہے اور یہی ہماری زندگی کا مکمل ضابطہ ہے۔''

☆ آپؒ نے علی گڑھ میں خطاب کرتے ہوئے نظریۂ پاکستان کو ان الفاظ میں واضح کیا:

''پاکستان کے مطالبے کا محرک اور مسلمانوں کے لیے جداگانہ مملکت کی وجہ کیا تھی؟ تقسیمِ ہند کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ اس کی وجہ ہندوؤں کی تنگ نظری ہے نہ انگریزوں کی چال، یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ ہے۔''

☆ 11 اکتوبر، 1947ء کو حکومتِ پاکستان کے افسران سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا:

''دس سال سے ہم جس مملکت کی تخلیق کے لیے کوشاں تھے، خدائے بزرگ و برتر کی مہربانی سے اب ایک حقیقت بن چکی ہے۔ اب پاکستان کا مقصد ہمارے لیے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ ہم نے ایک ایسی ریاست بنائی ہے جس میں ہم آزاد افراد کی طرح رہ سکیں، اپنی تہذیب و ثقافت کو ترقی دے پائیں اور اسلام کے اجتماعی نظامِ عدل کے اصولوں پر عمل پیرا ہو سکیں۔''

☆ نظریۂ پاکستان کی وضاحت کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے ایک بار یوں فرمایا:

''ہم نے پاکستان کا مطالبہ محض زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔''

☆ 21 مارچ، 1948ء کو ڈھاکہ کے عوام سے خطاب کرتے ہوئے آپؒ نے فرمایا:

''ہمیں بنگالی، پنجابی، سندھی، بلوچی اور پٹھان کے جھگڑوں سے بالاتر ہو کر سوچنا چاہیے۔ ہم صرف اور صرف

پاکستانی ہیں۔ اب ہمارا فرض ہے کہ پاکستانی بن کر زندگی گزاریں''۔ اس کے علاوہ آپؒ نے اقلیتوں کو مکمل تحفظ دینے اور برابری کے حقوق دینے کا اعلان کیا اور یہی اسلام کی بنیادی تعلیم ہے۔

☆ یکم جولائی، 1948ء کو قائداعظمؒ نے سٹیٹ بینک کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا: ''مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کے لیے نا قابلِ حل مسائل پیدا کیے ہیں اور یہ لوگوں کے درمیان انصاف قائم کرنے میں ناکام رہا ہے۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایک ایسا معاشی نظام پیش کرنا چاہیے جو اسلام کے صحیح تصورِ مساوات اور سماجی انصاف کے اصولوں پر مبنی ہو۔''

مشقی سوالات

(حصہ اول)

1- ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

☆ اُردو ہندی تنازعہ کب شروع ہوا؟

(الف) 1861ء (ب) 1863ء

(ج) 1865ء (د) 1867ء

☆ اسلام کا پہلا رُکن ہے:

(الف) توحید و رسالت (ب) نماز

(ج) روزہ (د) زکوٰۃ

☆ جنگِ آزادی کب لڑی گئی؟

(الف) 1855ء (ب) 1857ء

(ج) 1859ء (د) 1861ء

☆ اسلام میں اقتدارِ اعلیٰ کا مالک کون ہے؟

(الف) اللہ تعالیٰ (ب) پارلیمنٹ

(ج) صدرِ مملکت (د) عوام

☆ قراردادِ لاہور (23 مارچ' 1940ء) میں خطبہ صدارت کس نے دیا؟

(الف) قائداعظمؒ (ب) شیر بنگال اے۔کے فضل الحق

(ج) مولانا محمد علی جوہر (د) لیاقت علی خاں

☆ 1930ء میں مسلمانوں کو الگ ریاست کا تصور دینے والی شخصیت ہے:

(الف) سر سید احمد خاں (ب) چودھری رحمت علی

(ج) سر آغا خاں (د) علامہ محمد اقبالؒ

☆ قیامِ پاکستان کس صدی کا واقعہ ہے؟

(الف) اٹھارہویں (ب) انیسویں

(ج) بیسویں (د) اکیسویں

☆ سٹیٹ بنک آف پاکستان کا افتتاح ہوا:

(الف) یکم جولائی' 1948ء (ب) 5 مئی' 1948ء

(ج) 14 اگست' 1949ء (د) یکم اکتوبر' 1949ء

☆ نظریۂ پاکستان کی بنیاد ہے:

(الف) اجتماعی نظام (ب) ہندو مسلم اتحاد

(ج) ترقی پسندیت (د) اسلامی نظریۂ حیات

☆ لفظ پاکستان کے خالق ہیں:

(الف) علامہ محمد اقبالؒ (ب) سر آغا خاں

(ج) چودھری رحمت علی (د) سر سید احمد خاں

☆ علامہ محمد اقبالؒ نے خطبہ الٰہ آباد کب دیا؟

(الف) 1929ء (ب) 1930ء

(ج) 1933ء (د) 1940ء

☆ اسلام کا تیسرا رکن ہے:

(الف) نماز　　　(ب) زکوۃ

(ج) روزہ　　　(د) حج

2- کالم (الف) کو کالم (ب) سے اس طرح ملائیں کہ مفہوم واضح ہو جائے۔

کالم الف	کالم ب
سٹیٹ بینک کا افتتاح	1867ء
پاکستان کا قیام	دینِ اسلام
نظریۂ پاکستان کی اساس	1940ء
اُردو ہندی تنازعہ	1948ء
قراردادِ لاہور	بیسویں صدی

3- خالی جگہ پُر کریں۔

☆ پاکستان کے نظریے کی اساس __________ ہے۔

☆ نظریہ سیاسی اور تمدنی اصولوں کا مجموعہ ہے جس پر کسی قوم یا تہذیب کی __________ استوار ہوتی ہیں۔

☆ اگر کوئی قوم اپنے __________ کو نظر انداز کر دے تو اس کا وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے۔

☆ نظریۂ پاکستان قرآن و سنّت کے اصولوں پر مبنی معاشرہ کی __________ کا نام ہے۔

☆ نظریۂ پاکستان ایک ایسی ریاست کے قیام کا نام ہے جہاں عوامی __________ کا خیال رکھا جائے۔

☆ اسلامی __________ اور معاشرے کی بنیاد مشاورت ہے۔

☆ پاکستان میں __________ کو تحفظ دینے کی سوچ بھی قیامِ پاکستان کے مطالبے کے پس منظر میں شامل تھی۔

☆ سر سید احمد خاں نے __________ میں سب سے پہلے دو قومی نظریے کی اصطلاح استعمال کی۔

☆ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے اپنے خطبہ الٰہ آباد (1930ء) میں مسلمانوں کے لیے الگ ________ کا تصور پیش کیا۔

☆ قائداعظم محمد علی جناحؒ ________ نظریے کے زبردست حامی تھے۔

(حصہ دوم)

4- مختصر جوابات دیں۔

☆ ''توحید'' سے کیا مراد ہے؟

☆ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ کا ترجمہ لکھیے۔

☆ عقیدۂ رسالت کا کیا مطلب ہے؟

☆ نظریۂ پاکستان سے کیا مراد ہے؟

☆ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے سٹیٹ بینک کا افتتاح کرتے ہوئے کیا فرمایا؟

☆ علامہ اقبالؒ نے مسلم ملت کی اساس کے حوالے سے کیا فرمایا؟

☆ اُخوّت کے بارے میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا کیا ارشاد مبارک ہے؟

☆ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے قومیت کے بارے میں کیا فرمایا؟

☆ برِصغیر کے تاریخی تناظر میں دوقومی نظریے سے کیا مراد ہے؟

☆ پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں قائداعظمؒ نے کیا فرمایا؟

☆ علامہ اقبالؒ نے اپنے مشہور خطبہ الٰہ آباد میں کیا فرمایا؟

☆ نظریہ سے کیا مراد ہے؟

☆ چودھری رحمت علی نے لفظ پاکستان کب تجویز کیا؟

تفصیل سے جوابات دیجیے۔

5- ان اسلامی اقدار کا جائزہ لیجیے جو نظریۂ پاکستان کی اساس ہیں۔

6- قائداعظمؒ کے ارشادات کی روشنی میں نظریۂ پاکستان کی وضاحت کیجیے۔

7- علامہ اقبالؒ کے ارشادات کی روشنی میں نظریۂ پاکستان کی وضاحت کیجیے۔

8- دوقومی نظریے کی وضاحت کیجیے۔

9- درج ذیل پر نوٹ لکھیے۔

(الف) ہندوستان میں مسلمانوں کی معاشی حالت

(ب) نظریے کے ماخذ اور اس کی اہمیت

عملی کام

☆ قائداعظمؒ، علامہ اقبالؒ اور نظریۂ پاکستان کے حوالے سے اپنے سکول میں ایک تقریری مقابلے کا اہتمام کیجیے۔

باب دوم

پاکستان کا قیام

(Making of Pakistan)

تدریسی مقاصد:

اس باب کے مطالعہ کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- تحریکِ پاکستان کے حوالے سے قراردادِ پاکستان کا پس منظر بیان کر سکیں۔
- کرپس مشن 1942ء کی تجاویز اور سیاسی جماعتوں کے ردِعمل سے آگاہی حاصل کر سکیں۔
- جناحؒ۔ گاندھی مذاکرات 1944ء کی ناکامی کی وجوہات بیان کر سکیں۔
- شملہ کانفرنس میں ویول پلان کے نکات کے بارے میں جان سکیں۔
- عام انتخابات 46-1945ء کے قیامِ پاکستان پر اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- مسلم لیگ کے ارکانِ اسمبلی کے کنونشن 1946ء کی وضاحت کریں۔
- کابینہ مشن پلان 1946ء کے مقاصد اور تجاویز سے واقفیت حاصل کر سکیں۔
- عبوری حکومت 47-1946ء کے بارے میں جان سکیں۔
- 3 جون، 1947ء کے منصوبے پر روشنی ڈال سکیں۔
- ہندوستان میں انگریز نوآبادیاتی نظام کے مقاصد اور اندازِ حکمرانی کو سمجھ سکیں۔
- قیام پاکستان کے لیے قائداعظمؒ کا کردار بیان کر سکیں۔

تحریکِ پاکستان (47-1940ء)

(Pakistan Movement 1940-47)

1857ء کی جنگِ آزادی کی ناکامی کے بعد مسلم اکابرین مسلسل اس فکر میں تھے کہ مسلمانوں کو پُرسکون، محفوظ اور باوقار ماحول کیسے فراہم کیا جائے۔ مسلمانوں کو تحفظات دینے کی بات بھی ہوتی رہی لیکن وہ اپنے مستقبل سے مطمئن نہیں تھے۔ کئی شخصیات نے اس حوالے سے برصغیر کو تقسیم کرنے کی رائے پیش کی جن میں سیّد جمال الدین افغانی، عبدالحلیم شرر، عبدالجبار خیری اور عبدالستار خیری (خیری برادران)، مولانا محمد علی جوہر، قائداعظم محمد علی جناحؒ، علامہ محمد اقبالؒ اور چودھری رحمت علی جیسی شخصیات بہت زیادہ اہمیت کی حامل تھیں۔ پاکستان کا مطالبہ پوری مسلم قوم نے بڑے غور وفکر

کے بعد کیا۔ ایسا نہیں تھا کہ یہ مطالبہ وقتی غصّے یا جذبے کے تحت کر دیا گیا ہو۔ اس طرح برصغیر کی تقسیم کا مطالبہ بتدریج پروان چڑھا۔ تحریکِ پاکستان کے حوالے سے 1940ء سے 1947ء تک رُونما ہونے والے اہم واقعات کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

قراردادِ پاکستان 1940ء

(Pakistan Resolution 1940)

آل انڈیا مسلم لیگ کا ستائیسواں سالانہ اجلاس 23 مارچ 1940ء کو لاہور کے تاریخی پارک ''اقبال پارک'' میں منعقد ہوا۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اس اجلاس کی صدارت کی۔ بیگم محمد علی جوہر، آئی آئی چندریگر، مولانا ظفر علی خاں، چودھری خلیق الزّماں، قاضی محمد عیسیٰ، سرعبداللہ ہارون، سردار عبدالرب نشتر اور مولانا عبدالحامد بدایونی جیسی عظیم شخصیات بھی اس اجلاس میں موجود تھیں۔ پورے برصغیر سے بہت بڑی تعداد میں مسلمانوں نے اجلاس میں شرکت کی۔ اجلاس میں قراردادِ لاہور کے نام سے ایک قرارداد شیرِ بنگال اے۔ کے۔ فضل الحق نے پیش کی اور زبردست نعروں کے ساتھ حاضرین نے قرارداد کو متفقہ طور پر منظور کیا۔ اس طرح اس تاریخی دن کو مسلمانوں نے اپنی منزل کا تعین کر لیا۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے

شیرِ بنگال اے۔ کے۔ فضل الحق

قراردادِ پاکستان کا پس منظر

☆ مسلمان ہندومت کے غلبے سے محفوظ ہونا چاہتے تھے۔ ہندو جماعتیں رام راج کے قیام کا مطالبہ کر رہی تھیں اور ہندومت مسلسل اسلام کو دیگر نظاموں کی طرح اپنے اندر جذب کرنے کے درپے تھا۔ اگر متحدہ برصغیر آزاد ہوتا تو جدید جمہوری نظام جو اکثریت کی حکومت کا نام ہے درحقیقت ہندو اقتدار کی ہی ایک دائمی شکل ہوتی۔ ہندوؤں کے غلبے سے چھٹکارا ضروری تھا اور یہ تقسیم برصغیر کی صورت میں ہی ممکن تھا۔

☆ انگریز حکومت کی موجودگی کے باوجود فرقہ وارانہ فسادات میں مسلمانوں کا خون بری طرح بہایا جاتا رہا۔

☆ مسلمانوں کو معاشرے میں کم تر درجہ دیا جاتا تھا۔ ذات پات، رنگ و نسل اور چھوت چھات کے ہندو معاشرے میں مسلمان باوقار زندگی بسر نہیں کر سکتے تھے۔ ہندو مسلمانوں کو مساوی معاشرتی درجہ دینے کو کبھی بھی تیار نہ تھے۔

☆ انیسویں صدی کے دوسرے نصف اور بیسویں صدی میں مسلمانوں کی زبان، ثقافت اور تہذیب کو ختم کرنے کی ہندوؤں کی کوششیں جاری رہیں۔ صاف دکھائی دیتا تھا کہ اگر ہندوستان ایک ملک کے طور پر آزاد ہوتا تو مسلمانوں کی ثقافت، تہذیب اور زبان ہمیشہ خطرات کا شکار رہتی۔

☆ مسلمان چاہتے تھے کہ اسلام کے نام پر ایک مملکت قائم ہو جہاں وہ اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی اسلام کے اصولوں کے مطابق آزادی سے استوار کر سکیں۔

☆ مختلف اہلِ نظر مختلف ادوار میں تقسیم کا اشارہ دیتے رہے لیکن علامہ اقبالؒ نے 1930ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس الہ آباد کی صدارت کرتے ہوئے تقسیم کا واضح نقشہ مدلّل اور بھرپور انداز میں پیش کیا۔ چودھری رحمت علی نے ایک پمفلٹ ''اب یا کبھی نہیں'' (Now or Never) تیار کر کے لندن میں ہونے والی تیسری گول میز کانفرنس کے شرکا میں تقسیم کیا۔

☆ سندھ مسلم لیگ نے 1938ء میں اپنے سالانہ اجلاس میں تقسیم کے حق میں قرارداد منظور کی۔

☆ 1940ء میں قائداعظمؒ نے قراردادِ پاکستان منظور کروا کے اسے ملّی مطالبے کی شکل دے دی۔

قائداعظمؒ کا خطبہ صدارت

قائداعظمؒ نے 1940ء میں مسلم لیگ کے لاہور اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے اپنے خطبے میں مسلمانوں کی جدوجہد کے لیے سمت کا تعین کر دیا۔ ان کے خطبے کے اہم نکات درج ذیل تھے۔

☆ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں کیونکہ ان کے رسم و رواج، روایات، تہذیب و ثقافت اور سب سے بڑھ کر اُن کا مذہب جدا ہے۔ صدیوں سے ساتھ ساتھ رہنے کے باوجود ہندو اور مسلمان اپنی اپنی جداگانہ پہچان رکھتے ہیں۔ اگر برصغیر متحدہ صورت میں آزاد ہوتا ہے تو مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت نہیں ہو سکے گی۔

☆ مسلمان علیحدہ مملکت کا مطالبہ کر رہے ہیں تو یہ غیر تاریخی نہیں سمجھا جا سکتا۔ برطانیہ سے آئرلینڈ جدا ہوا، سپین اور پرتگال علیحدہ علیحدہ مملکتیں بنیں اور چیکوسلواکیہ کا وجود بھی تقسیم کا نتیجہ بنا۔ برصغیر کا سیاسی مسئلہ قومی یا فرقہ وارانہ نہیں ہے۔ یہ بین الاقوامی مسئلہ ہے اور اسی تناظر میں اسے حل کرنا ضروری ہے۔

☆ برطانوی ہند ایک برصغیر ہے ملک نہیں اور نہ ہی یہ ایک قوم کا وطن ہے۔ یہاں کئی قومیں رہ رہی ہیں اور اُن کے مفادات علیحدہ علیحدہ ہیں۔

قرارداد:

قرار پایا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس کی یہ مسلّمہ رائے ہے کہ کوئی آئینی منصوبہ اس ملک میں قابلِ عمل اور مسلمانوں کے لیے قابلِ قبول نہیں ہوگا، تاوقتیکہ وہ مندرجہ ذیل بنیادی اصولوں پر وضع نہ کیا گیا ہو، یعنی جغرافیائی طور پر متّصل وحدتوں کی حد بندی ایسے خطّوں میں کی جائے (مناسب علاقائی ردّو بدل کے ساتھ) کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے مثلاً ہندوستان کے شمال مغربی اور مشرقی حصے، اُن کی تشکیل ایسی ''آزاد ریاستوں'' کی صورت میں کی جائے جن کی مشمولہ وحدتیں خود مختار اور مقتدر ہوں۔ نیز ان وحدتوں اور خطّوں میں اقلیّتوں کے اور ہندوستان کے دوسرے حصّوں، جہاں مسلمان اقلیّت میں ہیں، اُن کے حقوق و مفادات کا مناسب تحفّظ کیا جائے۔

قرارداد پر ردِّعمل

☆ ہندو قائدین نے قرارداد کے خلاف اظہار رائے کرنا شروع کر دیا۔ قرارداد کا مذاق اڑایا گیا۔ گاندھی اور ہندوؤں نے بالخصوص قرارداد کی مخالفت کرتے ہوئے اسے قطعاً مسترد کر دیا۔ مسلم لیگ قرار داد کو ''قرار داد لاہور'' پکار رہی تھی لیکن ہندو پریس نے طنزاً اسے ''قرارداد پاکستان'' لکھنا شروع کر دیا۔ مسلمان قائدین نے نئی اصطلاح کو اپنا لیا اور آج اسے ''قرارداد پاکستان'' ہی کہا جاتا ہے۔

☆ برطانوی پریس نے اس قرارداد کو جناحؒ کا پاکستان قرار دیا۔ ہندو اخبارد ی ہندوستان ٹائمز، ماڈرن ریویو، اور امرت بازار پتریکا نے تقسیم کے منصوبے کی مخالفت میں اداریے تحریر کیے۔

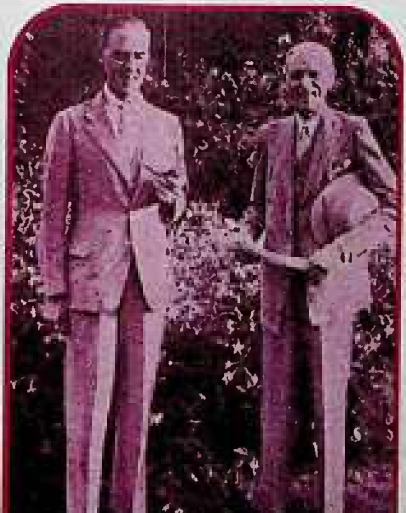
قائداعظمؒ اور سرسٹیفورڈ کرپس

ہندوؤں کا خیال تھا کہ تقسیم کی تجویز مسترد ہو جائے گی لیکن مسلمانانِ برصغیر نے اپنے مستقبل کا فیصلہ کر لیا تھا۔ صرف سات سالوں بعد ہی انھوں نے اپنی بے پناہ جدوجہد کے نتیجے میں پاکستان بنا لیا۔

کرپس مشن 1942ء
(Cripps Mission 1942)

1942ء میں حکومتِ برطانیہ نے سرسٹیفورڈ کرپس (Sir Stafford Cripps) کی قیادت میں ایک مشن برصغیر بھیجا جس نے تمام سیاسی پارٹیوں کو چند نکات پر متفق کرنے کی کوششیں کیں مگر ناکام رہا۔ کرپس نے ناکامی کی ذمہ داری

خود قبول کی اور کسی جماعت کو اس کا ذمہ دار قرار نہ دیا۔

مسلمان تقسیمِ ہندوستان کا مطالبہ قراردادِ پاکستان کے ذریعے کر چکے تھے۔ کانگرسی راہنما حکومت کے خلاف تحریکیں چلا رہے تھے کیونکہ جنگ عظیم دوم (1939-1945ء) میں انگریزوں کے اکھڑتے ہوئے پاؤں دیکھ کر کانگرس طے کر چکی تھی کہ اب برصغیر کے مستقبل کا فیصلہ انگریزوں کی بجائے جاپانی کریں گے۔

کرپس مشن کی تجاویز:

کرپس مشن نے درج ذیل تجاویز پیش کیں۔

1- جنگ کے بعد برصغیر تاجِ برطانیہ کے ماتحت ہوگا لیکن اندرونی اور بیرونی معاملات میں برطانوی حکومت کسی طرح کی دخل اندازی سے گریز کرے گی۔

2- دفاع، امورِ خارجہ، مواصلات وغیرہ سمیت تمام شعبے ہندوستانیوں کے سپرد کر دیے جائیں گے۔

3- آئین سازی کے لیے ایک مرکزی اسمبلی منتخب کی جائے گی جس کے چناؤ کا اختیار صوبائی قانون ساز اسمبلیوں کے ارکان کو حاصل ہوگا۔ آئین مکمل ہو گیا تو اسے ہر صوبے کی توثیق کے لیے بھیجا جائے گا۔ جو صوبے آئین کو پسند نہیں کریں گے وہ بااختیار ہوں گے کہ مرکز سے علیحدہ ہو کر اپنی آزاد حیثیت قائم کر لیں۔

4- اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے مناسب اقدام اٹھائے جائیں گے۔

سیاسی جماعتوں کا ردِ عمل

☆ کرپس مشن تجاویز میں مسلم لیگ کا الگ وطن کا مطالبہ ماننے کا اشارہ موجود تھا یعنی مسلم اکثریت والے صوبے آئین کو مسترد کر کے اپنی جداگانہ حیثیت قائم کر سکتے تھے۔ یوں پاکستان کی تخلیق کا امکان موجود تھا۔ اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے حوالے سے بھی مسلم لیگ نے اپنے اطمینان کا اظہار کیا۔ کافی غور و فکر کے بعد قائداعظمؒ اور آل انڈیا مسلم لیگ نے اس بنیاد پر کرپس تجاویز کو ماننے سے انکار کر دیا کہ پاکستان کے مطالبے کو صاف صاف الفاظ میں اور فوری طور پر تجاویز میں تسلیم نہیں کیا گیا تھا۔

☆ گاندھی اور اُن کی سیاسی جماعت انڈین نیشنل کانگرس نے بھی تجاویز کو مسترد کر دیا۔ انھوں نے صوبوں کو آئین کے مسترد کرنے والے اختیار کو سخت ناپسند کیا۔ تقسیم کے حوالے سے کسی بھی قسم کی واضح یا مبہم تجویز کو کانگرس ماننے پر آمادہ نہیں تھی۔

جناحؒ - گاندھی مذاکرات 1944ء
(Jinnah - Gandhi Talks 1944)

گاندھی نے جولائی 1944ء میں قائداعظمؒ کو ایک خط لکھا کہ "آج میرا دل کہہ رہا ہے کہ آپ کو خط لکھوں۔ آپ جب چاہیں، میری اور آپ کی ملاقات ہوسکتی ہے۔ مجھے اسلام یا مسلمانوں کا دشمن نہ سمجھیے۔ میں نہ صرف آپ کا بلکہ ساری دنیا کا دوست اور خادم ہوں۔ مجھے مایوس نہ کیجیے گا"۔ قائداعظمؒ نے جواب میں اگست کے وسط میں ممبئی میں ملاقات کی تجویز پیش کی تاہم عملاً ملاقات ستمبر سے ہونا شروع ہوئی۔ ملاقات میں یہ طے پایا کہ زبانی گفت وشنید کی بجائے مراسلات کا تبادلہ ہو تاکہ فریقین کے نقطہ ہائے نظر کا ریکارڈ محفوظ رہے۔ اِسی ملاقات میں گاندھی نے واضح کیا کہ وہ کانگرس کے نمائندے کی حیثیت سے نہیں بلکہ ذاتی حیثیت سے ملاقات کر رہے ہیں۔ قائداعظمؒ نے اس پر اعتراض کیا اور اس بات پر زور دیا کہ جب تک دونوں اقوام کے نمائندوں کے درمیان گفت وشنید نہ ہو، کسی مثبت نتیجے پر پہنچنے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ گفت وشنید کا آغاز قراردادِ لاہور سے ہوا جس کی بنیاد دو قومی نظریہ تھی۔ اِن مذاکرات میں گاندھی نے دو قومی نظریہ کو ماننے سے انکار کردیا۔

گاندھی کی تجاویز

قائداعظمؒ کے ساتھ ملاقاتوں اور خطوط کے تبادلوں کے بعد گاندھی نے تجویز پیش کی کہ اگرچہ وہ دو قومی نظریے کا

حامی نہیں لیکن پھر بھی اگر مسلم لیگ چاہتی ہے کہ قراردادِ لاہور پر عمل کیا جائے تو اس مسئلے کو مؤخر کر دیا جائے اور پہلے انگریزوں سے مشترکہ طور پر آزادی حاصل کی جائے اور بعد میں کانگرس اور مسلم لیگ مل کر مسئلہ پاکستان کو طے کریں۔

قائداعظمؒ کا جواب

قائداعظمؒ نے گاندھی کے اس انداز کو ایک دھوکا اور مکاری قرار دیا اور اس بات پر زور دیا کہ وہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان کی آزادی سے قبل پاکستان کا مسئلہ انگریزوں کو حل کرنا چاہیے کیونکہ کانگرس اور گاندھی پر کسی صورت بھی اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

سی، آر فارمولا 1944ء (C.R Formula 1944)

جب انگریز حکومت نے گاندھی کی ''ہندوستان چھوڑ دو'' تحریک کو سختی سے کچل دیا اور اسے جیل میں ڈال دیا تو اس کی تحریکوں میں جان نہ رہی۔ اب گاندھی نے قائداعظمؒ کو ایک سازشی جال میں پھنسا کر مسلم لیگ کو کمزور کرنے کی کوشش کی۔ اس سازش میں گاندھی نے چکروتی راج گوپال اچاریہ کو استعمال کیا اور اسے کہا کہ تقسیمِ ہند پر اپنی رائے دیں۔ چکروتی راج گوپال اچاریہ انڈین نیشنل کانگرس کا ایک راہنما تھا۔ اس کا تعلق مدراس سے تھا اور عوام میں راجہ جی کے نام سے مشہور تھا۔

چکروتی راج گوپال اچاریہ اور گاندھی سی، آر فارمولے پر گفتگو کرتے ہوئے

مارچ 1944ء میں گاندھی اور راج گوپال اچاریہ نے ایک فارمولے کو حتمی شکل دی۔ اس فارمولے کو ''سی، آر فارمولا'' کہا جاتا ہے۔ اس دوران جیل سے ہی ہندو مسلم مسائل پر گاندھی اور قائداعظمؒ کے درمیان خط وکتابت جاری رہی۔ اس فارمولے کو قائداعظمؒ کے پاس بھیج دیا گیا۔

قائداعظمؒ کو فارمولے کی تفصیلات سے 8 اپریل 1944ء کو آگاہ کیا گیا۔ سی، آر فارمولے کے اہم نکات درج ذیل تھے۔

1- یہ فارمولا کانگرس اور مسلم لیگ کے درمیان سمجھوتے کی وہ بنیاد ہے جس پر گاندھی اور قائداعظمؒ متفق ہوں گے اور وہ اپنی اپنی جماعتوں سے منظور کرانے کی کوشش کریں گے۔

2- جنگ عظیم دوم ختم ہوگی تو ایک مخصوص کمیشن قائم کیا جائے گا جو ہندوستان کے شمال مشرق اور شمال مغرب کے ایسے متصلہ اضلاع کی حدود کا تعین کرے گا جہاں مسلمانوں کی قطعی اکثریت ہے۔ علیحدہ مملکتوں کے قیام کا فیصلہ ہوا تو سرحدوں پر رہائش پذیر عوام دونوں میں سے کسی ایک ریاست میں شامل ہونے کا فیصلہ کریں گے۔

3- آل انڈیا مسلم لیگ ہندوستان کی آزادی کی حمایت کرتی ہے اور وہ اس بات سے بھی اتفاق کرتی ہے کہ وہ عبوری حکومت کے قیام میں آل انڈیا نیشنل کانگرس کے ساتھ مل کر کام کرے گی۔

4- اگر استصواب رائے کا فیصلہ ہوا تو سیاسی جماعتوں کو عوام کے سامنے اپنا اپنا موقف پیش کرنے اور انھیں اپنے حق میں قائل کرنے کے لیے مہم چلانے کا اختیار ہوگا اور وہ پورا پراپیگنڈہ کرسکیں گے۔

5- اگر علیحدہ مملکتوں کے قیام کا فیصلہ ہوا تو دونوں فریق ریاستی اور حکومتی امور پر باہم معاہدوں پر دستخط کریں گے۔

6- اگر آبادی کا تبادلہ کرنا مقصود ہو تو صرف رضا کارانہ بنیادوں پر ہوگا۔

7- فارمولے پر صرف اسی صورت میں عمل ہوگا اگر حکومتِ برطانیہ ہندوستان پر حکومت کرنے کے حق سے دستبردار ہو جائے اور سارے اختیارات مقامی لوگوں کو منتقل ہو جائیں۔

قائداعظمؒ نے مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے مشورے سے سی، آر فارمولے کو مسترد کر دیا۔

شملہ کانفرنس 1945ء

(Simla Conference 1945)

کرپس مشن کی ناکامی کے بعد انڈین نیشنل کانگرس نے حکومتِ برطانیہ پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا کہ وہ ہندوستان سے اپنا اقتدار ختم کر دے اور اختیارات اکثریتی جماعت کو منتقل کر دے۔ گاندھی نے ''سول نافرمانی'' اور ''ہندوستان چھوڑ دو'' تحریکوں کا آغاز کر دیا اور عوام سے کہا کہ وہ عدالتوں اور دفتروں کا بائیکاٹ کریں۔ جلسوں اور جلوسوں کے ذریعے قوت کا زبردست مظاہرہ کیا۔ جنگ کا پانسہ برطانیہ اور اُس کے

قائداعظمؒ اور لارڈ ویول شملہ کانفرنس 1945ء کے موقع پر

اتحادیوں کے حق میں پلٹنے لگا۔ بدلتے ہوئے حالات دیکھ کر کانگرس نے مسلم لیگ کو ساتھ ملا کر اپنے دباؤ کو بڑھانا چاہا۔ گاندھی نے قائداعظمؒ کو مشترکہ جدوجہد میں شامل ہونے کی دعوت دی لیکن وہ ایسے جال میں پھنسنے والے نہیں تھے۔ قائداعظمؒ نے پاکستان کی تخلیق کے علاوہ کسی دوسرے فارمولے پر غور کرنے سے انکار کر دیا۔

لارڈ ویول ہندوستان میں برطانوی وائسرائے تھا۔ اُس نے برصغیر کے مسائل پر غور کرنے کے لیے ایک کانفرنس بلانے کا اعلان کیا تاکہ مستقبل کے آئین، حکومت کی تشکیل اور اسمبلیوں کے چناؤ کے متعلق بنیادی فیصلے کیے جائیں۔ ویول پلان میں درج ذیل نکات شامل تھے۔

1- مستقبل کا دستور برصغیر کی تمام سیاسی طاقتوں کی مرضی سے بنایا جائے گا۔

2- گورنر جنرل کی انتظامی کونسل بنائی جائے گی اور کونسل میں برصغیر کی سیاسی قوتوں کے نمائندے شریک کیے جائیں گے۔ ان میں چھے ہندو اور پانچ مسلمان ہوں گے۔

3- گورنر جنرل اپنی انتظامی کونسل کی صدارت کرے گا اور کمانڈر انچیف کے علاوہ دوسرے تمام ارکانِ کونسل کا تعلق برصغیر سے ہوگا۔ ارکان کا چناؤ گورنر جنرل خود کرے گا۔

4- مرکز میں انتظامی کونسل کو تشکیل دینے کے بعد تمام صوبوں میں بھی انتظامی کونسلیں منظم کی جائیں گی۔

شملہ کانفرنس کا انعقاد

ویول پلان پر غور کرنے کے لیے مختلف سیاسی جماعتوں کے ارکان کو 1945ء میں شملہ کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ کانفرنس میں کانگرس کی طرف سے پنڈت نہرو، ابوالکلام آزاد اور بلدیو سنگھ، مسلم لیگ کی طرف سے قائداعظمؒ، لیاقت علی خاں اور سردار عبدالرب نشتر، تمام صوبوں کے وزرائے اعلیٰ اور دیگر پارٹیوں کے نمائندے شریک ہوئے۔

بڑی توقعات کے ساتھ تمام مندوبین نے شملہ کانفرنس میں شرکت کی۔ کانگرس خوش تھی کہ اُسے حکومت سازی کا موقع ملنے والا تھا۔ البتہ اُس نے کانفرنس میں شرکت سے پہلے ہی وضاحت کر دی تھی کہ وہ برصغیر کی تقسیم کے کسی فارمولے

کو نہیں مانے گی۔ وائسرائے کی ڈیفنس کونسل پر گفتگو کا آغاز ہوا تو پانچ مسلمان ارکان کی نامزدگی کا مسئلہ درپیش ہوا۔ قائداعظمؒ نے موقف اختیار کیا کہ پانچوں مسلم ارکان کو مسلم لیگ نامزد کرے گی۔ کانگرس چاہتی تھی کہ ایک مسلمان نشست اُسے ملے اور اُس پر ابوالکلام آزاد کا تقرر ہو۔ قائداعظمؒ ڈٹ گئے کیونکہ وہ صرف اور صرف مسلم لیگ کو مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت منوانا چاہتے تھے۔ وائسرائے نے ابوالکلام آزاد کی بجائے پنجاب کے وزیر اعلیٰ اور یونینیسٹ پارٹی کے سربراہ ملک خضر حیات کی نامزدگی پر قائداعظمؒ کو راضی کرنا چاہا لیکن وہ اپنے موقف پر قائم رہے۔ وہ چاہتے تھے کہ حکومت اور کانگرس صرف مسلم لیگ کو مسلمانوں کی نمائندگی کرنے کا حق دار مان لیں۔ تینوں فریق متفق نہ ہو سکے اور شملہ کانفرنس کوئی نتیجہ اخذ کیے بغیر ختم ہو گئی۔

قائداعظمؒ نے کہا کہ شملہ کانفرنس میں پیش ہونے والا ویول پلان دراصل وائسرائے اور گاندھی کا پھیلایا گیا مشترکہ جال تھا۔ اگر مسلم لیگ پلان قبول کر لیتی تو اُسے پاکستان کے حصول میں کبھی کامیابی نہ ہوتی۔ بظاہر نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ قائداعظمؒ کا موقف درست ثابت ہوا کیونکہ آنے والے سال میں ہونے والے عام انتخابات 46-1945ء کے نتائج نے ثابت کر دیا کہ مسلمان صرف اور صرف مسلم لیگ کے ساتھ تھے۔ انھوں نے کانگرس، یونینیسٹ پارٹی اور مسلم مذہبی جماعتوں کو مسترد کرتے ہوئے مسلم لیگ کو ووٹ دے کر اپنی مکمل نمائندگی کا اختیار دے دیا۔ انتخابی نتائج نے قائداعظمؒ کی فراست اور اُن کے موقف کی صداقت کا ثبوت فراہم کر دیا۔

عام انتخابات 46-1945ء

(General Elections 1945-46)

شملہ کانفرنس کی ناکامی کے بعد یہ اندازہ لگانا لازم ہو گیا کہ مختلف سیاسی جماعتوں کی عوام میں کیا حیثیت ہے اور وہ برصغیر کے مستقبل کے بارے میں کس جماعت کے موقف سے ہم آہنگی رکھتے ہیں۔ اس صورتِ حال میں برطانوی حکومت نے عوامی رجحانات کا پتا چلانے کی خاطر عام انتخابات کے انعقاد کا اعلان کر دیا۔ دسمبر 1945ء میں مرکزی اسمبلی اور جنوری 1946ء میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کروانے کا فیصلہ ہوا۔ ہندوستان کی تمام جماعتوں نے انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کر دیا۔

کانگرس اور مسلم لیگ کا منشور

کانگرس کا منشور تھا کہ جنوبی ایشیا کو ایک وحدت کی صورت میں آزاد کرایا جائے گا۔ تقسیم کی کوئی سکیم قابل قبول نہ ہوگی۔ کانگرس کا دعویٰ تھا کہ وہ برصغیر میں رہنے والے تمام گروہوں اور فرقوں کی نمائندہ جماعت ہے اور مسلمان بھی کانگرس کے نقطۂ نظر سے ہم آہنگ ہیں۔

قائداعظمؒ کا دعویٰ تھا کہ عام انتخابات پاکستان کے بارے میں استصواب رائے ہوں گے۔ اگر مسلمان مسلم لیگ کا ساتھ دیں تو پاکستان بننے دیا جائے ورنہ اس مطالبہ کو از خود مسترد سمجھا جائے۔ مسلم لیگ نے انتخابی اکھاڑے میں قدم اس دعوے کے ساتھ رکھا کہ وہ برصغیر کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ اگر چہ دیگر مسلم جماعتیں بھی تھیں لیکن اُن میں سے کوئی بھی اکثریتی مسلمانوں کی نمائندگی نہیں کرتی تھیں۔ مسلم لیگ چاہتی تھی کہ قراردادِ پاکستان کے مطابق جنوبی ایشیا کو تقسیم کر دیا جائے اور مسلم اکثریتی علاقوں میں مسلمانوں کو مکمل اقتدارِ اعلیٰ حاصل ہو جائے۔

انتخابی مہم

- ☆ تمام سیاسی جماعتوں نے زبردست مہم چلائی۔ کانگرس ہر صورت مسلم لیگ کے عزائم کو ناکام بنانا چاہتی تھی۔ اُس کے قائدین نے پورے ملک میں شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک دورے کیے۔
- ☆ کانگرس نے یونینیسٹ پارٹی، احرار، جمعیت العلمائے ہند اور دیگر مسلم جماعتوں سے انتخابی اتحاد کیے اور مسلم لیگ کا راستہ روکنے کا ہر ممکن قدم اٹھایا۔
- ☆ دوسری جانب انتخابات چونکہ مسلمانوں کے لیے موت وحیات کا معاملہ تھا اس لیے مسلم لیگ کے لیڈروں نے ملک گیر دورے کیے۔ قائداعظمؒ نے اپنی خرابیٔ صحت کے باوجود طوفانی دورے کر کے مسلمانوں کو وقت کی ضرورت سے آگاہ کیا۔ مسلم لیگ تیزی سے مقبولیت حاصل کرنے لگی۔ بہت سے مسلمان راہنما اپنی جماعتوں سے قطع تعلق کر کے مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔
- ☆ قائداعظمؒ نے اپنے جلسوں میں کھلم کھلا کانگرس کو چیلنج کیا کہ انتخابات میں مسلم لیگ، پاکستان کے بارے میں اپنے مطالبے کو سچا ثابت کرے گی اور مسلمانانِ برصغیر پاکستان تخلیق کر کے ہی دم لیں گے۔ مسلم عوام نے زبردست جذبات کا اظہار کیا۔

قائداعظمؒ 46-1945ء کے انتخابات میں عوامی رابطہ مہم کے دوران

مسلم طلبہ میدان میں نکل آئے۔ شہر شہر اور قریہ قریہ لیگی کارکنوں کی ٹولیاں پہنچیں۔

☆ فضا پاکستان زندہ باد کے نعروں سے گونجنے لگی۔ "بن کے رہے گا پاکستان"، "لے کے رہیں گے پاکستان" اور "پاکستان کا مطلب کیا' لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ" کے نعرے زبان زدِعام تھے۔ ہر آنے والا دن مسلم لیگ کے مؤقف کو مضبوط سے مضبوط تر بناتا گیا۔

انتخابات کے نتائج

مرکزی قانون ساز اسمبلی کے انتخابات دسمبر 1945ء میں کروائے گئے۔ یہ جداگانہ طریق انتخاب کی بنیاد پر منعقد ہوئے۔ پورے برصغیر میں مسلمانوں کے لیے 30 نشستیں مخصوص تھیں۔ تمام 30 مخصوص مسلم نشستوں پر مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کھڑے ہونے والے امیدوار کامیاب ہوئے، یوں مسلم لیگ کو سو فیصد کامیابی ملی۔ 1946ء میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے۔ مسلمانوں کے لیے تمام صوبائی اسمبلیوں میں مجموعی طور پر 492 نشستیں مخصوص تھیں۔ مسلم لیگ نے 428 نشستیں جیت لیں اور صوبائی سطح پر بھی شاندار فتح حاصل کی۔ کئی سیاسی جماعتوں نے کانگرس کی حمایت کی تھی لیکن مسلم لیگ نے ان سب کو شکست دی۔ انتخابی نتائج نے پاکستان کی بنیاد مضبوط کر دی تھی۔ اب پاکستان کو بننے سے دُنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی تھی۔

مسلم لیگ کے ارکانِ اسمبلی کا کنونشن 1946ء

(Muslim League Legislators' Convention 1946)

19 اپریل، 1946ء کو دہلی میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر منتخب ہونے والے صوبائی اور مرکزی اسمبلی کے ارکانِ اسمبلی کا ایک کنونشن قائداعظمؒ کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں ملک کی صورت حال پر بہت مدلل تقاریر ہوئیں۔ قائداعظمؒ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ "کوئی طاقت ہمیں اپنے مقاصد کے حصول سے نہیں روک سکتی۔ امید، حوصلہ مندی اور ایمان کی قوت سے ہم کامیاب ہوں گے۔" تمام ارکان نے متفقہ طور پر یہ قرارداد پاس کی۔ آپؒ نے مزید فرمایا کہ:

"یہ کنونشن ایک مرتبہ پھر یہ اعلان کرتا ہے کہ متحدہ ہندوستان کی بنیاد پر اگر کوئی دستور مسلط کرنے یا مرکز میں مسلم لیگ کے مطالبے کے خلاف جبراً عبوری انتظام کرنے کی کوشش کی گئی تو مسلمانوں کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا کہ وہ اپنی بقا اور قومی تحفظ کے لیے تمام ممکن طریقوں سے اس کی مخالفت کریں۔"

قائداعظمؒ کی صاف گو گفتگو، مسلم لیگ کنونشن کی تقریروں اور قرارداد کا یہ اثر ہوا کہ ہندوستان کے سیاسی مسئلے کے حل میں کابینہ مشن کے ارکان کو بھی پاکستان ناگزیر معلوم ہونے لگا۔

مسٹر حسین شہید سہروردی

اس کے بعد ایک اور قرارداد وزیر اعلیٰ بنگال مسٹر حسین شہید سہروردی نے پیش کی جو متفقہ طور پر پاس ہو گئی۔ اس قرارداد میں کہا گیا تھا کہ "شمال مشرقی خطے میں بنگال اور آسام، شمال مغربی خطے میں پنجاب، صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا)، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک آزاد اور خود مختار مملکت کی تشکیل دی جائے۔ اس بات کی حتمی یقین دہانی کرائی جائے کہ پاکستان بلا تاخیر قائم کر دیا جائے گا۔"

اس قرارداد سے وہ ابہام اور سُقم دور ہو گیا جو 1940ء کی قرارداد میں "ریاستوں" کا لفظ استعمال کرنے سے پیدا ہو گیا تھا۔ کنونشن کے اختتام سے پہلے ہر ممبر نے قیامِ پاکستان کے لیے جدوجہد کرنے اور اس کے لیے ہر قربانی دینے کا حلف اٹھایا۔

کابینہ مشن پلان 1946ء
(Cabinet Mission Plan 1946)

1945ء میں برطانیہ میں لیبر پارٹی برسرِ اقتدار آ گئی۔ برطانوی وزیر اعظم لارڈ ایٹلی نے ہندوستان میں بڑھتی ہوئی سیاسی بے چینی کے پیشِ نظر کابینہ مشن بھیجا۔ اس مشن کے دو بنیادی مقاصد تھے، پہلا ہندوستان کی

کابینہ مشن پلان کے ارکان قائداعظمؒ کے ساتھ

دستوری حیثیت اور حکومت کی شکل واضح کر دی جائے اور دوسرا مسلمانوں اور ہندوؤں میں نفرتوں کی خلیج کو کم کر کے متحدہ ہندوستان ہی میں رکھنے کی کوشش کی جائے لیکن عام انتخابات نے ثابت کر دیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس مشن میں تین وزرا شامل تھے۔

1- سر سٹیفورڈ کرپس 2- اے۔ وی۔ الیگزینڈر 3- سر پیتھک لارنس

چونکہ تمام ارکان کا تعلق برطانوی کابینہ سے تھا لہٰذا اسے کابینہ مشن کہا جاتا ہے۔

مختلف سیاسی راہنماؤں سے مذاکرات

☆ کابینہ مشن کے ارکان نے برصغیر میں آ کر مختلف سیاسی راہنماؤں سے مذاکرات کیے۔ گورنروں اور صوبوں کے وزرائے اعلیٰ سے تبادلہ خیال کیا۔ گورنر جنرل کی آرا بھی حاصل کیں۔ مذاکرات میں دونوں بڑی جماعتوں مسلم لیگ اور کانگرس کے موقف بالکل واضح تھے۔ مسلم لیگ نے تقسیم اور تخلیق پاکستان کو مسائل کا واحد حل قرار دیا جبکہ کانگرس نے واحد قوم کی بنیاد پر جنوبی ایشیا میں کسی بھی طرح کی تقسیم کی شدید مخالفت کی۔ اس نے دو قومی نظریہ کو مسترد کیا اور پاکستان کے تصور کو سختی سے جھٹلایا۔

☆ مذاکرات میں تناؤ کی کیفیت بھی رہی کیونکہ مشن کو ہندوستان بھیجتے وقت وزیر اعظم برطانیہ نے پارلیمنٹ میں بیان دیا کہ کسی اقلیت کو ویٹو پاور استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ ملکی ترقی کی راہ کو بند کرنے دیا جائے گا۔ کانگرس اس بیان سے بہت خوش ہوئی لیکن قائداعظمؒ نے اس بیان پر کڑی تنقید کی۔ انھوں نے برطانوی وزیر اعظم کو جواب دیا کہ مسلم لیگ مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے کوشاں ہے اور دو قومی نظریے کی بنیاد پر آئینی مسائل حل کرنا چاہتی ہے۔ قائداعظمؒ نے مشن سے بات چیت کے دوران کہا کہ برصغیر ایک ملک نہیں اور نہ یہ ایک قوم کا وطن ہے۔ مسلمان جداگانہ تشخص رکھنے والی قوم ہے جسے اپنے مستقبل کا تعین کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔

کابینہ مشن کی تجاویز

کابینہ مشن کے رکان نے تمام سیاسی جماعتوں کے راہنماؤں سے ملاقات کی اور اُن کا نقطۂ نظر معلوم کیا مگر کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکے۔ 16 مئی، 1946ء کو ان اراکین نے اپنی طرف سے ایک منصوبے کا اعلان کیا جس کے نمایاں پہلو درج ذیل ہیں۔

1- برصغیر ایک یونین

برصغیر کو ایک یونین کی شکل دی جائے گی۔ یونین میں کئی صوبے اور متعدد ریاستیں شامل ہوں گی۔ ایک وفاق بنایا جائے گا۔ مرکز کے پاس دفاع، امورِ خارجہ اور مواصلات کے محکمے ہوں گے۔ مرکز کو محصولات عائد کرنے کا اختیار ہوگا، باقی امور صوبوں کے حوالے کر دیے جائیں گے۔

2- صوبائی گروپوں کی تشکیل

صوبوں کو درج ذیل تین گروپوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

گروپ اے	:	بمبئی (ممبئی)، مدراس، یو۔ پی، بہار، اڑیسہ، سی۔ پی
گروپ بی	:	پنجاب، سرحد (صوبہ خیبر پختونخوا)، سندھ
گروپ سی	:	بنگال، آسام

یہ ایک نئی نوعیت کا وفاق ہوگا جس میں مرکزی تنظیم، صوبائی تنظیم اور گروپ تنظیم بنائی جائے گی۔ مرکز اور صوبوں کے اختیارات تو کابینہ مشن تجاویز میں واضح کر دیے گئے لیکن صوبوں کی تنظیم اور ہر صوبہ کی تنظیم کے درمیان اختیارات اور امور کی تقسیم کے بارے میں کہا گیا کہ ان کا فیصلہ صوبہ کی تنظیم اور گروپ کی تنظیم خود کرے گی۔ صوبے اور ریاستیں مرکزی قانون ساز اسمبلی اور کابینہ میں نشستیں حاصل کریں گے۔ اس کا دار و مدار اُن کی آبادی پر ہوگا۔ آبادی کے تناسب کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہر صوبہ کو نمائندگی دی جائے گی۔

3- مرکزی آئین ساز اسمبلی کا انتخاب

صوبائی اسمبلیوں کے ارکان مرکزی آئین ساز اسمبلی کا انتخاب کریں گے۔ مرکزی آئین ساز اسمبلی پورے برصغیر کے لیے آئین تشکیل دے گی۔ مرکزی آئین بن جائے گا تو تینوں صوبائی گروپ اپنے اپنے آئین بنائیں گے۔

4- عبوری حکومت

عبوری حکومت فوری طور پر قائم کی جائے گی۔ یہ حکومت آئین کی تشکیل تک عبوری طور پر نظام چلائے گی۔ عبوری حکومت میں بڑی سیاسی جماعتوں کے نمائندے شامل کیے جائیں گے۔ عبوری حکومت میں شامل تمام وزرا مقامی ہوں گے۔ کوئی انگریز کابینہ میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ کابینہ انتظامی امور میں با اختیار ہوگی۔ مرکزی آئین بننے اور عارضی حکومت کے قیام کے بعد اگر کوئی صوبہ ضروری سمجھے گا تو وہ اپنا گروپ تبدیل کر سکے گا۔ ہر صوبے کو اپنی پسند کے صوبائی

گروپ میں شمولیت کا اختیار ہوگا۔

5- یونین سے علیحدگی

صوبوں کے تینوں گروپوں میں سے کوئی ایک یا دو صوبے یونین سے علیحدہ ہونے کا فیصلہ کرنا چاہیں تو اُنھیں اس امر کی اجازت ہوگی لیکن علیحدگی کا یہ فیصلہ دس سال گزرنے کے بعد کیا جاسکے گا۔ اس نکتہ نے گروپ بی اور گروپ سی کے مسلم اکثریتی علاقوں کو حق دے دیا کہ وہ دس سال بعد پاکستان بناسکیں گے اور از خود تقسیم کا عمل پورا ہو جائے گا۔

6- حق اِسترداد (ویٹو)

کانگرس کو خوش کرنے کے لیے مشن نے اپنی تجاویز میں ایک نکتہ شامل کیا کہ اگر کوئی سیاسی جماعت کابینہ مشن تجاویز کو ناپسند کرتی ہے تو وہ انہیں مسترد کر سکے گی، البتہ عبوری حکومت میں شامل ہونے کا حق صرف اس سیاسی جماعت کو دیا جائے گا جو تجاویز کو قبول کرلے گی۔ ان کا خیال تھا کہ مسلم لیگ کا مطالبہ ''پاکستان'' نہیں مانا جارہا اس لیے وہ تجاویز کو رد کر دے گی۔ یوں کانگرس کابینہ مشن پلان کی منظوری دے کر بلاشرکتِ غیرے مرکزی عبوری حکومت بنائے گی۔

کابینہ مشن پر سیاسی جماعتوں کا ردعمل

1- انڈین نیشنل کانگرس

کانگرسی سیاست دانوں نے فوری ردعمل کے طور پر کابینہ مشن پلان کو بہت پسند کیا۔ کانگرس کے عام ارکان گلیوں بازاروں میں خوشیاں مناتے پھر رہے تھے۔ نہرو نے کہا کہ ''پلان نے جناحؒ کے پاکستان کو دفن کر دیا ہے۔''

2- مسلم لیگ

مسلم لیگ کے کارکن مایوس تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ پلان میں پاکستان کا ذکر نہیں آیا اور مسلم لیگ کا مطالبہ مسترد کر دیا گیا ہے۔ قائداعظمؒ نے فرمایا:

''مجھے افسوس ہے کہ مشن کے پلان میں مسلمانوں کے مطالبے کو نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ ہم پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ برصغیر کے مسائل کا حل دو آزاد ریاستوں کے قیام میں مضمر ہے۔''

قائداعظمؒ کا حتمی فیصلہ

مسلم لیگ کونسل نے قائداعظمؒ کو حتمی فیصلہ کرنے کا اختیار دے دیا۔ قائداعظمؒ نے تمام حلقوں کی توقعات کے برعکس کابینہ مشن پلان کو منظور کرلیا۔ کانگرس پریشان ہوگئی۔ اب مسلم لیگی خوش اور کانگرسی مایوس دکھائی دینے لگے۔

قائداعظمؒ نے بیان دیا کہ اگر پلان پر عمل درآمد ہو جاتا ہے تو دس سال کے بعد مسلم اکثریتی علاقوں کو علیحدہ آزاد مملکت بنانے کا موقع مل جائے گا۔ کانگرسی لیڈر بہت الجھ گئے۔ وہ قائداعظمؒ کے تدبر، دوراندیشی اور مؤقف منوانے کی صلاحیتوں سے آگاہ تھے۔ بڑے غور و فکر کے بعد کانگرس نے آدھا پلان ماننے کا اعلان کر دیا۔ وہ عبوری حکومت کی تشکیل اور آئین سازی پر تو راضی ہو گئی لیکن اُس نے صوبوں کی گروپ بندی کو مسترد کر دیا۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ کابینہ مشن کے اراکین سے مذاکرات کرتے ہوئے

قائداعظمؒ نے وائسرائے اور کابینہ مشن کے ارکان کو کہا کہ وہ پلان کو مکمل طور پر نافذ کردے کیونکہ ایک بڑی جماعت یعنی مسلم لیگ نے اسے قبول کر لیا تھا۔ حکومت اپنے وعدے سے مکر گئی اور کانگرس کے بغیر عبوری حکومت کی تشکیل پر رضامند نہ ہوئی۔ عملاً حکومت نے کانگرس سے خوف زدہ ہو کر اصولوں سے انحراف کیا۔ قائداعظمؒ کو وعدہ خلافی پر بہت دکھ ہوا اور انھوں نے راست اقدام کا اعلان کر دیا۔ مسلم لیگ نے 16 اگست، 1946ء کا دن یومِ راست اقدام قرار دیا۔

کرپس مشن اور کابینہ مشن پلان کی تجاویز کا تقابلی جائزہ

(Comparison of Cripps and Cabinet Mission Plans' Proposals)

کرپس مشن کی تجاویز	کابینہ مشن کی تجاویز	تقابلی جائزہ
1- جنگ کے بعد برصغیر تاجِ برطانیہ کے ماتحت ہوگا لیکن اندرونی اور بیرونی معاملات میں برطانوی حکومت کسی طرح کی دخل اندازی سے گریز کرے گی۔ 2- دفاع، امورِ خارجہ، مواصلات وغیرہ سمیت تمام شعبے ہندوستانیوں کے سپرد کر دیے جائیں گے۔ 3- آئین سازی کے لیے ایک مرکزی اسمبلی منتخب کی جائے گی جس کے لیے چناؤ کا اختیار صوبائی قانون ساز اسمبلیوں کے ارکان کو حاصل ہوگا۔ آئین مکمل ہو گیا تو اسے ہر صوبے کی توثیق کے لیے بھیجا جائے گا۔ جو صوبے آئین کو پسند نہیں کریں گے وہ بااختیار ہوں گے کہ وہ مرکز سے علیحدہ ہو کر اپنی آزاد حیثیت قائم کر لیں۔ 4- اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے مناسب اقدام اٹھائے جائیں گے۔	1- برصغیر کو ایک یونین کی شکل دی جائے گی۔ یونین میں کئی صوبے اور متعدد ریاستیں شامل ہوں گی۔ ایک وفاق بنایا جائے گا۔ مرکز کے پاس دفاع، امورِ خارجہ اور مواصلات کے محکمے ہوں گے۔ مرکز کو محصولات عائد کرنے کا اختیار ہوگا، باقی امور صوبوں کے حوالے کر دیے جائیں گے۔ 2- صوبوں کو درج ذیل تین گروپوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ گروپ اے: بمبئی (ممبئی)، مدراس، یو۔پی، بہار، اڑیسہ، سی۔پی گروپ بی: پنجاب، سرحد (خیبر پختونخوا)، سندھ گروپ سی: بنگال، آسام یہ ایک نئی نوعیت کا وفاق ہوگا جس میں مرکزی تنظیم، صوبائی تنظیم اور گروپ تنظیم بنائی جائے گی۔ صوبے اور ریاستیں مرکزی قانون ساز اسمبلی اور کابینہ میں نشستیں حاصل کریں گے۔ اس کا دارومدار اُن کی آبادی پر ہوگا۔ آبادی کے تناسب کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر صوبہ کو نمائندگی دی جائے گی۔ 3 - صوبائی اسمبلیوں کے ارکان مرکزی آئین ساز اسمبلی کا انتخاب کریں گے۔ مرکزی آئین ساز اسمبلی پورے برصغیر کے لیے آئین تشکیل دے گی۔ مرکزی آئین بن جائے گا تو تینوں صوبائی گروپ اپنے اپنے آئین بنائیں گے۔ 4- عبوری حکومت فوری طور پر قائم کی جائے گی۔ یہ حکومت آئین کی تشکیل تک عبوری طور پر نظام چلائے گی۔ عبوری حکومت میں بڑی سیاسی جماعتوں کے نمائندے شامل کیے جائیں گے۔ عبوری حکومت میں شامل تمام وزرا مقامی ہوں گے۔ کوئی انگریز کابینہ میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ کابینہ انتظامی امور میں بااختیار ہوگی۔ مرکزی آئین بننے اور عارضی حکومت کے قیام کے بعد اگر کوئی صوبہ ضروری سمجھے گا تو وہ اپنا گروپ تبدیل کر سکے گا۔ ہر صوبے کو اپنی پسند کے صوبائی گروپ میں شمولیت کا اختیار ہوگا۔ 5- صوبوں کے تینوں گروپوں میں سے کوئی ایک یا دو صوبے یونین سے علیحدہ ہونے کا فیصلہ کرنا چاہیں تو انہیں اس امر کی اجازت ہوگی لیکن علیحدگی کا یہ فیصلہ دس سال گزرنے کے بعد کیا جا سکے گا۔ اس نکتہ نے گروپ بی اور گروپ سی کے مسلم اکثریتی علاقوں کو حق دے دیا کہ وہ دس سال بعد پاکستان بنا سکیں گے اور از خود تقسیم کا عمل پورا ہو جائے گا۔ 6- عبوری حکومت میں شامل ہونے کا حق صرف اس سیاسی جماعت کو دیا جائے گا جو تجاویز کو قبول کر لے گی۔	1- کرپس مشن صرف ایک رکن پر مشتمل تھا جبکہ کابینہ مشن میں تین ارکان شامل تھے۔ 2- دونوں مشنوں میں مستقبل کی ریاستوں کا خاکہ موجود تھا۔ کرپس مشن میں کہا گیا جو صوبے آئین کو پسند نہیں کریں گے وہ بااختیار ہوں گے کہ مرکز سے علیحدہ ہو کر اپنی آزاد حیثیت قائم کر لیں۔ کابینہ مشن میں گروپ بی اور گروپ سی کی صورت میں برصغیر کی تقسیم کا واضح تصوّر دیا گیا۔ 3- کرپس مشن کی تجاویز کے مطابق برصغیر تاجِ برطانیہ کے ماتحت ہوگا جبکہ کابینہ مشن کی تجاویز میں کہا گیا کہ برصغیر کو ایک یونین کی شکل دی جائے گی۔ 4- کابینہ مشن کے بعد گاندھی نے ''سول نافرمانی'' اور ''ہندوستان چھوڑ دو'' تحریکوں کا آغاز کر دیا جبکہ کابینہ مشن کے بعد قائداعظمؒ نے مسلمانوں سے یوم راست اقدام (Direct Action) منانے کی اپیل کی۔ 5- دونوں مشنوں کا مقصد برصغیر میں بے چینی کے خاتمے کے لیے ایک ایسا دستوری حل تلاش کرنا تھا جو دونوں بڑی جماعتوں کانگرس اور مسلم لیگ کے لیے قابلِ قبول ہو۔ 6- کرپس مشن نے ناکامی کی ذمہ داری خود قبول کی جبکہ کابینہ مشن نے ناکامی کا ذمہ دار سیاسی جماعتوں کو قرار دیا۔

عبوری حکومت 1946-47ء

(Interim Government 1946-47)

مناسب تو یہ تھا کہ وائسرائے مسلم لیگ کو عبوری حکومت تشکیل دینے کی دعوت دیتا کیونکہ اس جماعت نے پورا کابینہ مشن پلان منظور کر لیا تھا۔ پلان میں درج تھا کہ ایک بھی بڑی جماعت آمادہ ہوگئی تو مکمل پلان نافذ کر دیا جائے گا لیکن ایسا نہ ہوا۔ وائسرائے ہند نے انڈین نیشنل کانگرس اور آل انڈیا مسلم لیگ دونوں کو حکومت سازی کی دعوت دی اور غیر اخلاقی طور پر پنڈت نہرو کو وزیر اعظم کا عہدہ سونپا گیا۔

پلان کے مطابق کانگرس اور مسلم لیگ نے بالترتیب چھے اور پانچ وزرا نامزد کرنے تھے۔ کانگرس نے فوری طور پر کابینہ بنانا شروع کر دی۔ پنڈت نہرو نے مسلم لیگ کو پانچ ارکان نامزد کرنے کی دعوت دی۔ مسلم لیگ، حکومت کی بد عہدی سے مایوس اور ناراض تھی۔ وائسرائے نے بھی مسلم لیگ کو عبوری حکومت میں شامل ہونے کے لیے کہا لیکن مسلم لیگ نے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ بات آگے نہیں بڑھ رہی تھی۔

مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں سوچا گیا کہ 1937-39ء کی کانگرسی وزارتوں کے دور کو دہراتا ہیں چاہیئے ورنہ ہندو دوبارہ ظلم و زیادتیاں کریں گے۔ مزید یہ بھی نظر آ رہا تھا کہ انگریز ہندوستان چھوڑنے والے تھے۔ ایسے حالات میں اگر کانگرس کی حکومت کی اجارہ داری ہوتی تو مسلمانوں کے لیے بہت سے مسائل کھڑے ہو جاتے۔ حکومتی زیادتیوں کے باوجود طے پایا کہ وائسرائے ہند کی دعوت قبول کر لی جائے اور مسلم لیگ عبوری حکومت میں پانچ وزرا بھیج دے۔

قائداعظمؒ نے وائسرائے ہند کے ساتھ بات چیت کے بعد اُس سے تعاون پر آمادگی کا اظہار کیا۔ مسلم لیگ نے عبوری حکومت میں شریک ہو کر اپنا کردار ادا کرنے کا اعلان کر دیا۔

پانچ مسلم لیگی وزرا درج ذیل تھے۔

1- لیاقت علی خاں 2- عبدالرب نشتر 3- آئی۔آئی چندریگر

4- راجہ غضنفر علی خاں 5- جوگندر ناتھ منڈل

جوگندر ناتھ منڈل کا تعلق اچھوت برادری سے تھا۔ مسلم لیگ نے انھیں نامزد کر کے ثابت کیا کہ وہ نہ صرف مسلمانوں

بلکہ دیگر اقلیتوں کے حقوق کی محافظ ہونے کا کردار ادا کر رہی ہے۔ کانگرس نے ایک مسلمان ابوالکلام آزاد کو کابینہ میں شامل کر کے بظاہر یہ کہنا چاہا کہ وہ مسلمانوں کی بھی نمائندگی کرتی ہے۔

3 جون، 1947ء کا منصوبہ

(3rd June 1947 Plan)

لارڈ ویول کی ناکامی

لارڈ ویول بطور وائسرائے نہ تو ویول پلان کو کامیاب بنا سکا اور نہ ہی کابینہ مشن پلان کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ کانگرس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش میں آدھے کابینہ مشن پلان پر عمل درآمد کی کوشش کی گئی یعنی صوبوں کے گروپ نہ بنانے اور عبوری حکومت و آئین سازی کے کاموں پر عمل درآمد شروع کر دیا گیا۔ قائد اعظمؒ نے مصلحتاً عبوری حکومت میں تو مسلم لیگ کو شریک ہونے کی اجازت دے دی لیکن انھوں نے آئین ساز اسمبلی کے اجلاسوں کا بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ کیا۔ قائد اعظمؒ پورے پلان پر عمل درآمد چاہتے تھے۔ اس طرح آئین سازی کا عمل جاری نہ ہو سکا اور جو تعطّل پیدا ہوا اُس سے مایوس ہو کر حکومتِ برطانیہ نے نئی راہ اختیار کرنے کا فیصلہ کر دیا۔ اقتدار کی منتقلی کے آخری مرحلے پر عمل درآمد کے لیے برطانوی حکومت نے لارڈ ویول کی جگہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو مارچ 1947ء میں وائسرائے ہند بنا کر بھیجا۔ برطانوی وزیر اعظم نے 20 فروری، 1947ء کو اعلان کیا کہ برصغیر سے برطانوی راج جون 1948ء تک ختم ہو جائے گا۔

سیاسی قائدین سے مذاکرات

قائد اعظمؒ اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن 3 جون، 1947ء کو تقسیم کے منصوبے پر تبادلہ خیال کرتے ہوئے

برطانوی حکومت نے آخر کار اپنے اقتدار کی بساط لپیٹنے کے لیے حتمی منصوبہ بندی شروع کر دی۔ برطانوی وزیر اعظم نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو واضح ہدایات دے کر برصغیر بھیجا جس نے آتے ہی بڑی جماعتوں کے اہم راہنماؤں سے ملاقاتیں اور مذاکرات کیے۔ وہ دیسی ریاستوں کے نوابوں اور راجاؤں سے ملا۔ اسے سمجھ

آ گئی کہ تقسیم کے علاوہ کوئی اور حل تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ اب معاملہ یہ تھا کہ تقسیم کے اصول کیا مقرر کیے جائیں۔ کانگرسی راہنما بھی یکے بعد دیگرے دوقومی نظریے کو حقیقت سمجھنے لگے۔ ماؤنٹ بیٹن اور لیڈی ماؤنٹ بیٹن کے نہرو خاندان سے ذاتی تعلقات تھے۔ کانگرس کے دیگر راہنما بھی ماؤنٹ بیٹن کو اپنا ہمدرد اور دوست خیال کرتے تھے۔ تقسیم کو ناگزیر سمجھتے ہوئے اب ماؤنٹ بیٹن سے مل کر سازش تیار کی گئی کہ تقسیم کا عمل اس طرح مکمل ہو کہ ایک کٹا پھٹا، غیر متوازن اور کمزور پاکستان تخلیق کیا جائے جو جلد ہی بھارت کا حصہ بننے پر مجبور ہو جائے۔ ماؤنٹ بیٹن نے اپنے ذاتی عملے کی مدد کے ساتھ دونوں ممالک کی حدود کا تعین کرنے کے لیے بنیادی اصول ترتیب دینے شروع کیے۔ اس نے کانگرسی لیڈروں کو درپردہ یقین دلایا کہ تقسیم کا عمل کانگرس کی مرضی کے مطابق طے پائے گا اور ان کی شرائط کو فوقیت دی جائے گی۔ یہ ایک سازش کا نتیجہ تھا کہ کانگرس کے اہم لیڈر تقسیم کی مخالفت سے گریز کرنے لگے۔ کانگرس سے ملی بھگت کے نتیجے میں تیار ہونے والے منصوبے کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن لندن لے گیا اور برطانوی حکومت کی توثیق حاصل کر لی۔

کُل جماعتی کانفرنس کا انعقاد

لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے لندن سے واپسی پر ایک کُل جماعتی کانفرنس بلائی جس میں قائداعظمؒ، لیاقت علی خاں، سردار عبدالرب نشتر، پنڈت نہرو، سردار پٹیل، اچاریہ کرپلانی اور بلدیو سنگھ نے شرکت کی۔ وائسرائے ہند نے کانفرنس میں تقسیم کے منصوبے کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کی۔ بعد ازاں ہر جماعت کے راہنماؤں سے علیحدہ علیحدہ ملاقاتیں کیں۔ 3 جون، 1947ء کو کانفرنس کا دوسرا اجلاس منعقد ہوا اور تمام راہنماؤں نے منصوبے کی منظوری دے دی۔ اگرچہ مسلمانوں سے بدعہدی کی گئی تھی اور کانگرسی لیڈروں کی خوشنودی کے لیے منصوبے میں ناانصافیوں سے کام لیا گیا تھا لیکن قائداعظمؒ نے اس کے باوجود بادلِ ناخواستہ منصوبے کو قبول کر لیا۔ دونوں بڑی جماعتوں کے نمائندوں نے ریڈیو پر تقاریر کیں۔ قائداعظمؒ نے اپنی تقریر پاکستان زندہ باد کے نعرے پر ختم کی۔

3 جون 1947ء کے منصوبے کے اہم نکات

حکومت نے تقسیم برصغیر کا فیصلہ کر لیا۔ دو مملکتوں کے قیام کا اصولی موقف تسلیم کر کے حکومت نے تفاصیل طے کیں اور مختلف صوبوں اور ریاستوں کے مستقبل کے بارے میں لائحہ عمل مرتب کیا۔

1- صوبہ پنجاب اور صوبہ بنگال

صوبہ پنجاب اور صوبہ بنگال کی صوبائی اسمبلیوں کی مسلم اکثریت اور غیر مسلم اکثریت کے اضلاع کے نمائندے

الگ الگ کثرت رائے سے اس بات کا فیصلہ کریں گے کہ وہ اپنے صوبوں کی تقسیم چاہتے ہیں یا نہیں۔ اگر دونوں میں سے ایک گروپ نے بھی تقسیم کے حق میں فیصلہ دے دیا تو ایک حد بندی کمیشن مقرر کیا جائے گا جو سرحدوں کا تعین کرے گا۔

2- شمالی مغربی سرحدی صوبہ (صوبہ خیبر پختونخوا)

شمالی مغربی سرحدی صوبہ کے عوام استصوابِ رائے سے براہ راست فیصلہ کریں گے کہ وہ پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں یا ہندوستان میں۔ قبائلی علاقوں کے ساتھ سیاسی مسائل استصوابِ رائے کے بعد بننے والی حکومت خود طے کرے گی۔ استصوابِ رائے گورنر جنرل خود کروائے گا اور اس کے لیے اسے صوبائی حکومت کا تعاون حاصل ہوگا۔

3- صوبہ سندھ

صوبہ سندھ کی اسمبلی کے ارکان اپنے صوبے کے مستقبل کا فیصلہ کریں گے اور طے کیا جائے گا کہ وہ دونوں میں سے کس ملک سے الحاق چاہتے ہیں۔ ووٹنگ میں سندھ اسمبلی کے یورپی ارکان کو رائے کے اظہار کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

4- بلوچستان

بلوچستان کو ابھی تک صوبہ کا درجہ نہیں ملا تھا اس لیے منصوبے کے مطابق کوئٹہ میونسپلٹی اور علاقے کے شاہی جرگے کے ارکان کی رائے طلب کی جائے گی۔ سرکاری ارکان کو رائے دہی میں شامل نہیں کیا جائے گا۔

5- ضلع سلہٹ

آسام کا ضلع سلہٹ مسلم آبادی کا ضلع تھا۔ منصوبے کے مطابق سلہٹ میں استصوابِ رائے کرائے جانے کا فیصلہ ہوا اور استصوابِ رائے صوبہ بنگال کی دو حصوں میں تقسیم کے بعد ہوگا۔ اگر عوام کی اکثریت نے مشرقی بنگال میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا تو وہ پاکستان کا حصہ بن جائیں گے۔

6- غیر مسلم اکثریتی صوبے

سلہٹ کے علاوہ باقی پورا آسام بھارت کا حصہ بنے گا۔ اسی طرح بہار، اڑیسہ، یو۔ پی، سی۔ پی، بمبئی (ممبئی) اور مدراس بھارت میں شامل کیے جائیں گے۔

7- دیسی ریاستیں

برصغیر میں لگ بھگ چھ سو دیسی (شاہی) ریاستیں تھیں، جن کے حکمران نواب اور راجا تھے، ان میں اہم ریاستیں، جموں وکشمیر،

کپورتھلہ، بیکانیر، حیدرآباد دکن، سوات، دیر، پٹیالہ، بہاولپور اور جوناگڑھ تھیں۔ ریاستوں کو اختیار دیا گیا کہ وہ اپنے مستقبل کا خود فیصلہ کرلیں اور دونوں میں سے جس ملک سے چاہیں الحاق کرلیں۔

3 جون 1947ء کے منصوبہ پر عمل

☆ صوبہ پنجاب کی صوبائی اسمبلی کے ممبران کی اکثریت نے پاکستان کے حق میں ووٹ دیا۔ اس طرح پنجاب کو تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور یہ کام ایک حد بندی کمیشن کے سپرد ہوا۔ کمیشن کا سربراہ ایک برطانوی وکیل سر ریڈ کلف کو بنایا گیا۔ دو مسلمان جج جسٹس شاہ دین اور جسٹس محمد منیر مسلمانوں کی طرف سے اور دو غیر مسلم جج جسٹس مہر چند مہاجن اور جسٹس تیجا سنگھ غیر مسلموں کی طرف سے مقرر کیے گئے۔ سر ریڈ کلف نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے زیر اثر غیر منصفانہ فیصلے کیے۔ ضلع گورداسپور مسلم اکثریتی ضلع تھا لیکن اس کی تین تحصیلیں بھارت میں شامل کردی گئیں۔ ضلع جالندھر اور ضلع فیروزپور کے مسلم اکثریتی علاقے بھی پاکستان کے حوالے نہ کیے گئے۔ مادھوپور ہیڈ ورکس بھارت کو دے کر پاکستان سے ناانصافی کی گئی۔

☆ صوبہ بنگال کے لیے بنائے گئے حد بندی کمیشن کا سربراہ بھی سر ریڈ کلف تھا۔ اس کی مدد کے لیے مسلمانوں کی جانب سے جسٹس ابو صالح محمد اکرم اور جسٹس ایس۔ اے۔ رحمان جبکہ غیر مسلموں کی طرف سے جسٹس سی۔ سی۔ بسواس اور جسٹس بی۔ اے۔ مکرجی کو لیا گیا۔ بنگال کو مسلم اور غیر مسلم اکثریتی علاقوں میں تقسیم کرتے وقت حد بندی کی گئی تو وہاں بھی پنجاب کی طرح ناانصافیوں سے کام لیا گیا اور بہت سے مسلم اکثریتی علاقے بھارت کو سونپ دیے گئے۔ کلکتہ، مرشد آباد اور ندیا کے مسلم اکثریتی اضلاع سے پاکستان کو محروم کردیا گیا۔ بہرحال صوبہ بنگال کا مشرقی حصہ پاکستان میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

☆ شمالی مغربی سرحدی صوبے (صوبہ خیبر پختونخوا) میں استصواب رائے کروایا گیا۔ عوام کی اکثریت نے اپنا فیصلہ پاکستان کے حق میں دیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کو تاریخی کامیابی ملی۔ سردار عبدالرب نشتر، خان عبدالقیوم خاں اور پیر مانکی شریف سمیت مسلم لیگی راہنماؤں نے صوبہ بھر کا دورہ کیا اور نتائج حسبِ توقع نکلے۔ اس طرح شمال مغربی سرحدی صوبہ (صوبہ خیبر پختونخوا) پاکستان کا حصہ بن گیا۔

☆ سندھ صوبائی اسمبلی کے ممبران کی واضح اکثریت نے بھی پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا جس سے صوبہ سندھ پاکستان کا حصہ بن گیا۔

☆ کوئٹہ میونسپلٹی کے ممبران اور شاہی جرگے نے اتفاق رائے سے قائداعظمؒ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے پاکستان میں شامل ہونے کا فیصلہ کرلیا۔ قاضی محمد عیسیٰ، نواب محمد خان جوگیزئی اور میر جعفر خان جمالی نے پاکستان کے حق میں زبردست مہم چلائی۔ نواب آف قلات نے پاکستان کی حمایت کی۔ اس طرح بلوچستان پاکستان میں شامل ہوگیا۔

☆ ضلع سلہٹ میں استصوابِ رائے (ریفرینڈم) کرایا گیا۔ مسلم لیگ نے زبردست مہم چلائی۔ مولانا بھاشانی، چودھری فضل القادر اور عبدالصبور خان جیسے لیڈروں نے دن رات محنت کی۔ استصوابِ رائے میں عوام نے پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا اور سلہٹ پاکستان کا حصہ بن گیا۔

☆ آسام، یو۔پی، سی۔پی، مدراس، بمبئی (ممبئی)، بہار اور اڑیسہ جیسے صوبے جہاں مسلمانوں کی تعداد غیر مسلموں کے مقابلے میں کم تھی ہندوستان میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

☆ برصغیر میں 635 دیسی ریاستیں تھیں جن کے حکمران نواب اور راجا تھے۔ ریاستوں میں سے بہت بڑی تعداد نے ازخود دونوں ممالک میں سے کسی ایک ملک سے الحاق کرلیا۔ ریاست جموں و کشمیر، ریاست حیدرآباد دکن، ریاست جوناگڑھ، منگرول اور ریاست مناوادر کا فیصلہ نہ ہوسکا۔ انڈیا نے بعدازاں فوج کشی کرکے ان ریاستوں پر قبضہ کرلیا۔ ریاست جموں و کشمیر کے علاوہ باقی ریاستوں میں مسلمان اقلیت میں تھے اس لیے پاکستان نے صرف مسلم اکثریتی ریاست جموں و کشمیر کے حوالے سے عوامی حقوق کا سوال اٹھایا۔ پاکستان کا مؤقف رہا ہے کہ ہر ریاست کے عوام کے حق خودارادیت کا احترام ہونا چاہیے اور اُن کی مرضی سے ریاست کے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کیا جانا چاہیے۔

تقسیم اور تخلیق پاکستان 1947ء
(Partition and the Creation of Pakistan 1947)

حکومتِ برطانیہ نے 18 جولائی 1947ء کو برصغیر کو دو ممالک میں تقسیم کرنے کے لیے قانونِ آزادی ہند منظور کیا۔ یہ قانون 3 جون 1947ء کے منصوبے کو پیش نظر رکھ کر تیار کیا گیا جس کی رُو سے پاکستان اور ہندوستان، دو ممالک دنیا کے نقشے پر اُبھرے۔ 14 اگست 1947ء کو پاکستان اور 15 اگست 1947ء کو ہندوستان کی آزادی کا اعلان کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور قائداعظمؒ جیسے مخلص اور بے لوث راہنما کی کوششوں سے علامہ محمد اقبالؒ کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا اور پاکستان بے شمار مخالفتوں کے باوجود دنیا کے نقشے پر اُبھرا۔

ہندوستان میں انگریز نوآبادیاتی نظام

(British Colonialism in India)

☆ یورپی اقوام نے ایشیا اور افریقہ کے دیگر ممالک پر اپنا اقتدار قائم کر کے جو نظامِ حکومت قائم کیا اسے نوآبادیاتی نظام کہتے ہیں۔ نوآبادیاتی نظام بنیادی طور پر غیرملکی حکمرانوں کے مفادات کی حفاظت اور فروغ کے لیے قائم کیا جاتا ہے۔ اس کا ایک مقصد یہ ہوتا ہے کہ دوسرے ممالک میں اپنا اقتدار قائم کر کے وہاں کے وسائل کو حاکم قوم اپنے فائدے کے لیے استعمال کرے۔ یورپی اقوام نے ان علاقوں کو اپنے تیار کردہ سامان کی کھپت کے لیے منڈی سمجھا اور ان کی ترقی کی طرف توجہ نہ دی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عام آدمی کی حالت بہت خراب ہوگئی۔

☆ 1498ء میں پرتگالی جہاز ران واسکوڈے گاما، راس امید (Cape of Good Hope) کا چکر کاٹ کر مشرقی افریقہ کے ساحل پر پہنچا۔ وہاں سے ایک عرب جہاز ران کی مدد حاصل کر کے وہ جنوبی برصغیر کی بندرگاہ کالی کٹ پہنچا۔ کالی کٹ کے ہندو راجا نے پرتگالی جہاز رانوں کی خوب آؤ بھگت کی اور تجارت کے لیے خاصی مراعات دیں۔ آہستہ آہستہ پرتگالیوں نے یہاں آ کر آباد ہونا شروع کر دیا۔ یورپ کی دوسری اقوام خصوصاً ولندیزی، ہسپانوی، فرانسیسی اور انگریز نے بھی دوسرے براعظموں میں قدم جمانے شروع کر دیے۔ پہلے ان اقوام نے تجارت کا نام لے کر مقامی آبادی کو لوٹا پھر آہستہ آہستہ قلعہ بندیاں کر کے اپنے قدم مضبوطی سے جمانے شروع کر دیے۔ اس طرح انھوں نے اپنی نوآبادیات قائم کر لیں۔ افریقہ اور ایشیا میں رہنے والے مسلمانوں کی غلامی کے دور کا آغاز یہیں سے ہوا۔

☆ برصغیر میں واسکوڈے گاما کی آمد کے بعد یورپی تاجروں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ سولھویں صدی عیسوی میں چونکہ مقامی حکمرانوں میں نفاق تھا اور ان کی فوجی قوت بہت کمزور تھی۔ وہ پُرتگالیوں کی ریشہ دوانیوں کا مقابلہ نہ کر سکے اس لیے پُرتگالیوں نے گوا (بھارت) اور اردگرد کے ساحلی علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ انھوں نے ان علاقوں کے باشندوں پر کافی ظلم کیے اور قلعہ بندیاں اور لوٹ کھسوٹ شروع کر کے خوب دولت سمیٹی۔

☆ پُرتگالیوں کی دیکھا دیکھی یورپ کی کئی دیگر اقوام نے بھی برصغیر سے تجارت شروع کی۔ ان میں فرانسیسی اور انگریز قابلِ ذکر ہیں۔ فرانسیسیوں نے بھی انگریزوں کی طرح تجارت کی غرض سے پانڈی چری (بھارت) کے ساحلی علاقے میں قدم جمانے شروع کر دیے اور تجارت کے ساتھ ساتھ برصغیر میں اپنا اقتدار قائم کرنا شروع کیا۔ قلعہ بندیاں قائم کر کے مختلف علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ البتہ انگریزوں کے سامنے فرانسیسیوں کی زیادہ نہ چل سکی۔

انگریزوں نے فرانسیسیوں کو برصغیر سے نکال دیا اور وہ اپنے اقتدار کو تیزی سے بڑھانے لگے۔

☆ برطانیہ کی ایسٹ انڈیا کمپنی نے مُغل بادشاہ جہانگیر اور شاہ جہاں سے برصغیر میں تجارت کرنے کی اجازت حاصل کی۔ انگریزوں نے سورت (بھارت) کے مقام پر ایک تجارتی کوٹھی قائم کی۔ اس کے بعد انھوں نے چنائی (بھارت) کے ساحل پر مزید تجارتی کوٹھیاں بھی بنائیں۔

☆ اٹھارھویں اور انیسویں صدی عیسوی میں انگریزوں نے مقامی حکمرانوں کی ناچاقی اور کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عیّاری اور سازشوں سے برصغیر کے بیشتر علاقوں کو اپنے قبضے میں کرلیا۔ انگریزوں کے نو آبادیاتی اقتدار میں تیزی سے اضافہ 1757ء کی جنگِ پلاسی سے ہوا جب انھوں نے میر جعفر کو اپنے ساتھ ملا کر بنگال کے حکمران نواب سراج الدولہ کو شکست دی۔ 1764ء میں بکسر کی لڑائی میں مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی اور میر قاسم کو شکست دے کر انگریزوں نے اَودھ اور بنگال پر قبضہ کرلیا۔

☆ میسور کی طاقتور مسلمان ریاست کے حاکم حیدر علی نے انگریزوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کا جواں مردی سے مقابلہ کیا۔ حیدر علی کی وفات کے بعد ان کے بیٹے سلطان فتح علی خاں ٹیپو نے انگریزوں کے خلاف جہاد جاری رکھا۔ انگریزوں نے نظام حیدر آباد اور مرہٹوں سے ساز باز کر کے 1799ء میں میسور کی لڑائی میں سلطان ٹیپو کو شہید کر دیا۔ سلطان ٹیپو کی شہادت کے بعد نہ صرف میسور کے علاقے پر انگریزوں کا قبضہ ہوا بلکہ ان کا اقتدار برصغیر کے دوسرے علاقوں میں بھی پھیلنے لگا۔ انیسویں صدی عیسوی کے وسط تک انگریز برصغیر کے مغربی علاقوں یعنی پنجاب اور سرحد (خیبر پختونخوا) تک پہنچ گئے۔

☆ 1857ء میں برصغیر کے رہنے والوں نے انگریزوں کی حکومت کو ختم کر کے اپنی آزادی اور خودمختاری بحال کرنے کی کوشش کی مگر کمزور منصوبہ بندی، تنظیم کے فقدان اور محدود وسائل کی وجہ سے انھیں ناکامی ہوئی۔ اس طرح برصغیر پر انگریزوں کا نو آبادیاتی راج مکمل طور پر قائم ہوگیا۔ 1858ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو ختم کر دیا گیا اور برصغیر کو تاجِ برطانیہ کی براہِ راست عملداری میں دے دیا گیا۔ برصغیر میں حکومت برطانیہ کا نو آبادیاتی راج 1947ء تک قائم رہا۔ 14 اگست، 1947ء کو برطانوی راج ختم ہوا۔ اس طرح پاکستان اور بھارت آزاد ممالک کے طور پر قائم ہوئے۔

انگریزوں کی حکمتِ عملی

1- برطانیہ میں موجود مختلف صنعتوں کے لیے برصغیر سے خام مال کی فراہمی۔

2- دنیا میں اپنی معاشی طاقت کو منوانے کے لیے برطانوی معیشت کو مضبوط کرنا۔

3- برطانیہ میں موجود مختلف صنعتوں کی تیار شدہ اشیا کی کھپت کے لیے برصغیر کو ایک بڑی منڈی کے طور پر استعمال کرنا۔

4- دنیا میں برطانیہ کو ایک بڑی فوجی طاقت کے طور پر منوانا اور انگریزوں کو ایک برتر قوم کے طور پر روشناس کرانا۔

5- تقسیم کرو اور حکومت کرو کے فارمولے کے تحت مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان اختلافات کو ہوا دے کر اپنے اقتدار کو طول دینا۔

قیامِ پاکستان میں قائداعظمؒ کا کردار

(Quaid-e-Azam's Role in the Making of Pakistan)

قائداعظمؒ کی شخصیت نے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی تقدیر بدل دی۔ انگریزوں اور ہندوؤں کو ہندوستان تقسیم کرنے پر مجبور کر دیا۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ 25 دسمبر 1876ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد پونجا جناح کاروبار کرتے تھے۔ آپؒ نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ دس سال کی عمر میں آپ کو سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی میں داخل کروا دیا گیا۔ 1892ء میں میٹرک کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے آپؒ لندن چلے گئے وہاں لنکزان کالج (موجودہ یونیورسٹی) میں قانون کی تعلیم حاصل کی۔ واپسی پر 1896ء میں بمبئی (ممبئی) میں وکالت شروع کر دی اور سیاست میں حصہ لینا شروع کیا۔ انجمن اسلام ممبئی اور کانگرس کے اجلاسوں میں شرکت کی۔ 1906ء کے کلکتہ کے کانگرسی اجلاس میں ممبئی کے مسلم نمائندہ کی حیثیت سے شرکت کی۔ 1913ء میں سید وزیر حسن اور مولانا محمد علی جوہر کے کہنے پر مسلم لیگ کی رکنیت اختیار کی، پھر مسلمانوں کی تاریخ کا رُخ موڑنے میں لگ گئے۔ آپؒ کی مدبرانہ سیاست نے برطانوی استعمار کی جڑیں ہلا کر رکھ دیں۔ ظہور پاکستان کے بعد پاکستان کے پہلے گورنر جنرل مقرر ہوئے۔ آپؒ نے 11 ستمبر، 1948ء کو کراچی میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

خدمات

1- 1916ء میں قائداعظمؒ نے میثاق لکھنؤ کے تحت دونوں قوموں (ہندوؤں اور مسلمانوں) کو آپس میں متحد کر دیا۔ مسلمانوں کے لیے ہندوؤں سے جداگانہ انتخاب کا حق منوالیا اور ''سفیرِ امن'' کا خطاب پایا۔

2- آپؒ نے 1913ء میں ہندو راہنما گوکھلے کے ساتھ مل کر برطانیہ میں نئی دستوری اصلاحات کا مطالبہ کیا، پھر 1919ء کی مانٹیگو چیمسفورڈ اصلاحات کے لیے قائداعظمؒ کی کوششیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔

3- 1919ء میں سرسڈنی رولٹ نے ایک ایکٹ پاس کروایا جسے رولٹ ایکٹ کا نام دیا گیا۔ یہ ایک کالا قانون تھا اس میں انتظامیہ کو لامحدود اختیارات دیے گئے اور شہریوں کے حقوق پامال کیے گئے۔ قائداعظمؒ نے اس کے خلاف آواز بلند کی اور حکومتِ برطانیہ سے کہا کہ جو قوم امن کے زمانے میں کالے قانون بناتی ہے وہ مہذب قوم نہیں ہو سکتی۔

4- 1927ء میں تجاویز دہلی میں قائداعظمؒ نے جداگانہ انتخاب کے حق سے دستبردار ہو کر کانگرس سے تعاون کا عندیہ دیا جو پورا نہ ہو سکا۔

5- 1928ء میں نہرو رپورٹ کو مسترد کر کے 1929ء میں چودہ نکات پیش کیے جس سے مسلمانوں کی منزل متعین ہو گئی۔

6- قائداعظمؒ نے 1930ء میں لندن میں ہونے والی پہلی گول میز کانفرنس میں شرکت کر کے مسلمانوں کا نقطہ نظر بیان کیا۔

7- 36-1935ء میں مردہ مسلم لیگ میں جان ڈال کر تحریکِ آزادی کو آگے بڑھایا۔

8- 1937ء میں کانگرس نے اکثریت کے بل بوتے پر 11 میں سے 7 صوبوں میں اپنی وزارتیں تشکیل دیں اور مسلمانوں کو معاشرتی اور سیاسی لحاظ سے تباہ کرنے کی کوشش کی۔ آپؒ نے اپنی سیاسی بصیرت سے اِن سازشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور بالآخر کانگرس نے وزارتوں سے استعفیٰ دے دیا۔ لہٰذا آپؒ نے اظہارِ تشکر کے لیے 22 دسمبر، 1939ء کو مسلمانوں سے یومِ نجات منانے کی اپیل کی۔

9- اکتوبر 1937ء میں لکھنؤ میں مسلم لیگ کے اجلاس میں قائداعظمؒ کو متفقہ طور پر مسلمانوں کا لیڈر تسلیم کر لیا گیا جس کے بعد آپؒ نے ملک گیر ہنگامی دورے کیے۔

10- 1940ء میں منٹو پارک (موجودہ اقبال پارک) میں مسلم لیگ کے اجلاس میں اپنے خطاب میں آپ نے دوقومی نظریے کی وضاحت کی، جو پاکستان کی بنیاد بنا۔

11- آپؒ نے 1940ء سے 1945ء کے درمیانی عرصہ میں ایک طرف حکومت اور سیاسی جماعتوں کے درمیان اور دوسری طرف مسلم لیگ اور کانگرس کے درمیان مفاہمت پیدا کرنے کی کئی کوششیں کیں جن میں کرپس مشن، جناحؒ۔ گاندھی مذاکرات اور شملہ کانفرنس وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

12- 1946-1945ء کے مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات میں کامیابی قائداعظمؒ ہی کی محنت کا ثمر ہے۔ انھوں نے دونوں قوموں (انگریزوں و ہندوؤں) کی سازشوں کا جال ختم کر دیا۔ آخر کار لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے 3 جون، 1947ء کا منصوبہ پیش کر کے قیامِ پاکستان کی حامی بھر لی اور 14 اگست، 1947ء کو پاکستان عالمِ وجود میں آ گیا۔

مشقی سوالات

(حصہ اول)

-1 ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے۔

☆ قراردادِ لاہور کس شخصیت نے پیش کی؟

(الف) اے۔ کے فضل الحق (ب) علامہ محمد اقبالؒ

(ج) مولانا محمد علی جوہر (د) سر آغا خان

☆ سندھ مسلم لیگ نے کب اپنے سالانہ اجلاس میں تقسیم کے حق میں قرارداد منظور کی؟

(الف) 1908ء (ب) 1918ء

(ج) 1928ء (د) 1938ء

☆ 1942ء میں حکومتِ برطانیہ کا کس کی قیادت میں ایک مشن برصغیر آیا؟

(الف) سر پیتھک لارنس (ب) اے۔ وی۔ الیگزینڈر

(ج) سر سٹیفورڈ کرپس (د) لارڈ ویول

☆ قائداعظمؒ نے اپنے مشہور چودہ نکات کب پیش کیے؟

(الف) 1909ء (ب) 1919ء

(ج) 1929ء (د) 1939ء

☆ 19 اپریل، 1946ء کو دہلی میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر منتخب ہونے والے صوبائی اور مرکزی اسمبلی کے ارکان اسمبلی کا ایک کنونشن کس کی صدارت میں منعقد ہوا؟

(الف) لیاقت علی خان (ب) سردار عبدالرب نشتر

(ج) علامہ محمد اقبالؒ (د) قائداعظمؒ

☆ مسلم لیگ اور کانگرس کے درمیان میثاقِ لکھنؤ کب ہوا؟

(الف) 1916ء　(ب) 1926ء

(ج) 1936ء　(د) 1946ء

☆ 1946ء کی عبوری حکومت میں کتنے مسلم لیگی وزرا شامل تھے؟

(الف) دو　(ب) تین

(ج) چار　(د) پانچ

☆ قانونِ آزادیِ ہند کب منظور ہوا؟

(الف) 14 اگست، 1947ء　(ب) 18 جولائی، 1947ء

(ج) 24 اکتوبر، 1948ء　(د) 3 جون، 1948ء

☆ قراردادِ لاہور آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں کب منظور کی گئی؟

(الف) 1930ء　(ب) 1940ء

(ج) 1946ء　(د) 1949ء

☆ تجاویزِ دہلی کا سن ہے:

(الف) 1926ء　(ب) 1927ء

(ج) 1928ء　(د) 1929ء

☆ جنگِ عظیم دوم کا کس سال میں آغاز ہوا؟

(الف) 1914ء　(ب) 1919ء

(ج) 1939ء　(د) 1945ء

☆ جنگِ پلاسی کب ہوئی؟

(الف) 1557ء　(ب) 1657ء

(ج) 1757ء　(د) 1857ء

☆ قائداعظمؒ مسلم لیگ میں کب شامل ہوئے؟

(الف) 1913ء　(ب) 1915ء

(ج) 1917ء　(د) 1919ء

☆ سلطان فتح علی خان ٹیپو کس ریاست کے حکمران تھے؟

(الف) قلات　(ب) حیدرآباد

(ج) بہاولپور　(د) میسور

2- کالم (الف) کو کالم (ب) سے اس طرح ملائیں کہ مفہوم واضح ہو جائے۔

کالم الف	کالم ب
شملہ کانفرنس	1942ء
رولٹ ایکٹ	1946ء
کرپس مشن	1944ء
کابینہ مشن پلان	1919ء
جناحؒ - گاندھی مذاکرات	1945ء

3- خالی جگہ پُر کریں۔

☆ ________ نے سول نافرمانی اور ہندوستان چھوڑ دو کی تحریکیں چلائیں۔

☆ 1946ء کے صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات میں مسلمانوں کو ________ نشستیں حاصل ہوئیں۔

☆ کابینہ مشن پلان ________ برطانوی وزرا پر مشتمل تھا۔

☆ تقسیمِ ہند کے وقت ________ وائسرائے ہند تھا۔

☆ قراردادِ لاہور ________ نے پیش کی۔

☆ جناحؒ - گاندھی مذاکرات کا آغاز ________ میں ہوا۔

☆ برصغیر کو ایک یونین کی شکل دینے کی تجویز __________ مشن نے دی۔

☆ مسلم لیگ نے 16 اگست 1946ء کا دن __________ قرار دیا۔

☆ تقسیمِ ہند کی حد بندی کمیشن کا سربراہ __________ تھا۔

☆ قانونِ آزادی ہند __________ کو منظور ہوا۔

(حصہ دوم)

4- مختصر جوابات دیں۔

☆ وزیرِ اعلیٰ بنگال حسین شہید سہروردی نے مسلم لیگ کے ارکانِ اسمبلی کے کنونشن 1946ء میں کون سی قرارداد پیش کی؟

☆ کرپس مشن کی تین تجاویز بیان کیجیے۔

☆ قائدِاعظمؒ نے مسلم لیگ کے 1940ء کے لاہور اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے اپنے خطبے میں مسلمانوں کی جدوجہد کے لیے سمت کا تعین کر دیا۔ اس خطبے کے کوئی سے دو نکات بیان کیجیے۔

☆ جناحؒ - گاندھی مذاکرات 1944ء میں قائدِاعظمؒ کا جواب تحریر کیجیے۔

☆ کئی اہم شخصیات نے برصغیر کو تقسیم کرنے کی رائے پیش کی۔ ان میں سے کوئی سی پانچ شخصیات کے نام تحریر کیجیے۔

☆ کابینہ مشن پلان میں صوبائی گروپ کی تشکیل کیسے ہوئی؟

☆ ویول پلان کے کوئی سے تین نکات لکھیے۔

☆ عام انتخابات 46-1945ء میں کانگرس اور مسلم لیگ کا منشور بیان کیجیے۔

☆ قراردادِ پاکستان کا متن بیان کیجیے۔

☆ عبوری حکومت میں شامل پانچ مسلم لیگی وزرا کے نام لکھیے۔

☆ کابینہ مشن پلان 1946ء کے ممبران کے نام تحریر کیجیے۔

☆ رولٹ ایکٹ 1919ء پر قائداعظمؒ کا مؤقف بیان کیجیے۔

☆ بھارت نے کشمیر پر قبضہ کیسے کیا؟

☆ 3 جون، 1947ء کے منصوبے کے تحت کُل جماعتی کانفرنس کا انعقاد بیان کیجیے۔

☆ قائداعظمؒ نے ''سفیرِ امن'' کا خطاب کیسے پایا؟

تفصیل سے جوابات دیجیے۔

5- جون 1947ء کے منصوبے کے اہم نکات بیان کیجیے۔

6- قراردادِ پاکستان کا پس منظر، بنیادی نکات اور کانگرس کا اس قرارداد کی منظوری پر ردعمل بیان کیجیے؟

7- 46-1945ء کے انتخابات کا انعقاد کیوں کیا گیا؟ ان انتخابات کے نتائج سے مسلمانوں کو کس طرح فائدہ پہنچا؟

8- قیامِ پاکستان میں قائداعظمؒ کا کردار بیان کیجیے۔

9- ہندوستان میں انگریز نوآبادیاتی نظام کا حال بیان کیجیے۔

10- کابینہ مشن پلان 1946ء کے نمایاں پہلو بیان کیجیے۔

عملی کام

☆ تحریکِ پاکستان میں حصہ لینے والے مسلم راہنماؤں کے متعلق معلومات اکٹھی کریں اور اُن کی تصاویر کا ایک البم تیار کیجیے۔

باب سوم

زمین اور ماحول
(Land and Environment)

تدریسی مقاصد:

اس باب کے مطالعہ کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- پاکستان کے محلِ وقوع کی اہمیت سے واقفیت حاصل کر سکیں۔
- پاکستان کے پہاڑی سلسلوں، سطح مرتفع اور میدانوں کی وضاحت کر سکیں۔
- مختلف موسموں اور علاقوں میں درجہ حرارت اور بارش کے حالات کے بارے میں واقفیت حاصل کر سکیں۔
- پاکستان کی آب و ہوا کے انسانی زندگی پر اثرات بیان کر سکیں۔
- پاکستان کے گلیشیر اور دریاؤں کے نظام کو سمجھ سکیں۔
- جنگلات اور جنگلی حیات کی اہمیت کو بیان کر سکیں۔
- پاکستان کے اہم قدرتی خطوں کے مسائل سے آگاہی حاصل کر سکیں۔
- اہم ماحولیاتی خطرات اور اُن کے حل کی نشاندہی کر سکیں۔
- پانی، زمین، نباتات اور جنگلی حیات کو بچانے میں درپیش مشکلات کی نشاندہی کر سکیں۔

پاکستان کا پورا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔اس کا کُل رقبہ 796,096 مربع کلومیٹر ہے۔ پاکستان براعظم ایشیا کے جنوب میں واقع ہے جو زرخیز زمین، بلند پہاڑوں، دریاؤں اور خوبصورت وادیوں کا ملک ہے۔

پاکستان ایک وسیع و عریض ملک ہے جو جنوب میں بحیرہ عرب کے ساحلوں اور دریائے سندھ کے ڈیلٹائی میدان سے شمال کے بلند و بالا پہاڑی سلسلوں تک پھیلا ہوا ہے۔ مشرقی و جنوبی حصہ دریائی میدانوں سے گھرا ہوا ہے جبکہ مغربی اور شمالی حصہ کئی پہاڑی سلسلوں پر مشتمل ہے۔ درجہ حرارت کی بنیاد پر یہاں ایسے بھی علاقے ہیں جہاں سارا سال گرمی رہتی ہے اور ایسے بھی علاقے ہیں جہاں سارا سال سردی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کی

آب وہوا میں موسمی فرق بہت نمایاں ہے۔ یہاں کے میدان زرخیز اور بھرپور پیداوار کے لحاظ سے دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ یہاں قریباً ہر قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں جو ذائقے کے لحاظ سے دنیا کے بہترین پھلوں میں شمار ہوتے ہیں۔ پاکستان اس لحاظ سے ایک خوش قسمت ملک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک موزوں طبیعی ماحول سے نوازا ہے۔ طبیعی ماحول کسی ملک کے رہنے والوں کی معاشی، معاشرتی، سماجی اور دوسری سرگرمیوں پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ طبیعی ماحول سے مراد ہم محلِ وقوع، طبیعی خدوخال اور آب وہوا وغیرہ لیتے ہیں۔

پاکستان کا محلِ وقوع

(Location of Pakistan)

پاکستان $23\frac{1}{2}^\circ$ درجے سے 37° درجے عرض بلد شمالی اور 61° درجے سے 77° درجے طول بلد مشرق کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔ اس کی مشرقی سرحد بھارت، شمالی سرحد چین اور مغربی سرحد افغانستان اور ایران سے ملتی ہے۔ پاکستان کے جنوب میں بحیرۂ عرب واقع ہے۔

محلِ وقوع کی اہمیّت

پاکستان کو اپنے محلِ وقوع کے لحاظ سے نہ صرف جنوبی ایشیا بلکہ پوری دنیا میں خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ پاکستان مشرق اور مغرب کے درمیان رابطے کا اہم ذریعہ ہے۔ درج ذیل نکات پاکستان کے محلِ وقوع کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔

☆ ہمارے مشرق میں بھارت واقع ہے جو آبادی کے لحاظ سے چین کے بعد دنیا کا دوسرا بڑا ملک ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان تقریباً 1600 کلومیٹر طویل سرحد مشترک ہے۔

☆ پاکستان کے شمال مغرب کی جانب افغانستان واقع ہے۔ افغانستان کے ساتھ تقریباً 2250 کلومیٹر کی ملحقہ سرحد کو ڈیورنڈ لائن کہتے ہیں۔ افغانستان چاروں طرف سے خشکی میں گھرا ہوا ہے اور تجارت کے لیے اس کی اپنی کوئی بندرگاہ نہیں ہے اس لیے پاکستان اس کو تجارت کے لیے راہداری کی سہولتیں فراہم کرتا ہے۔

پاکستان کے محلِ وقوع کا نقشہ

☆ شمال مغرب میں وسطی ایشیائی ممالک قازقستان، ازبکستان، تاجکستان، ترکمانستان اور کرغیزستان بھی ہیں۔ یہ سب ممالک سمندر سے بہت دور ہیں اور ان کا اپنا کوئی ساحل نہیں ہے لہٰذا ان کو سمندر تک پہنچنے کے لیے پاکستان کی سرزمین سے گزرنا پڑتا ہے۔ وسطی ایشیائی ممالک تیل اور گیس کی پیداوار کے اعتبار سے دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ زرعی لحاظ سے بھی ان کا شمار زیادہ پیداوار کے علاقوں میں ہوتا ہے۔ ان کی کُل آبادی پاکستان سے بھی کم ہے مگر رقبے کے لحاظ سے ہم سے چھ گنا بڑے ہیں۔ پاکستان کے ان اسلامی ریاستوں سے مذہبی، ثقافتی اور تجارتی تعلقات قائم ہیں۔ اگر ان ممالک کو موٹروے کے ذریعے پاکستان سے ملا دیا جائے تو پاکستان کو بڑا فائدہ ہوگا اور تعلقات میں مزید اضافہ ہوگا۔

☆ پاکستان کے شمال میں چین واقع ہے جو دنیا کے نقشے پر ایک اہم معاشی طاقت بن کر اُبھر رہا ہے۔ شاہراہِ ریشم پاکستان اور چین کو ملاتی ہے۔ یہ سڑک پاکستان اور چین نے مل کر بنائی ہے۔ دونوں ممالک کے مابین بہت اچھے تعلقات ہیں۔ چین نے ہر مشکل وقت میں پاکستان کا ساتھ دیا ہے اور پاکستان بھی چین کی دوستی پر فخر کرتا ہے۔ پاکستان میں کئی ترقیاتی منصوبے چین کی مدد سے چل رہے ہیں۔ دفاعی طور پر بھی چین نے پاکستان کی ہمیشہ حمایت کی ہے۔ پاک چین دوستی بے مثال ہے۔

☆ پاکستان کے جنوب میں بحیرہ عرب واقع ہے جو بحر ہند کا حصہ ہے۔ مغرب اور مشرق کے درمیان تجارت زیادہ تر بحر ہند کے راستے سے ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے ایک اہم تجارتی شاہراہ پر ہونے کی وجہ سے پاکستان کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ پاکستان بحیرۂ عرب کے راستے خلیج فارس سے ملحقہ مسلم ممالک ایران، کویت، عراق، سعودی عرب، قطر، بحرین، اومان اور عرب امارات سے ملا ہوا ہے۔ یہ تمام خلیجی ممالک تیل کی دولت سے مالا مال ہیں۔ خلیج فارس کی اہمیت کی بِنا پر بحر ہند ہمیشہ سے بڑی طاقتوں کے درمیان توجہ کا مرکز رہا ہے۔ کراچی، پورٹ قاسم، اور گوادر پاکستان کی اہم بندرگاہیں ہیں۔

☆ بحر ہند کے راستے ہمارے ملک کے تعلقات کئی دیگر ممالک کے ساتھ بھی قائم ہیں۔ ان میں جنوب مشرقی ایشیائی مسلم ممالک (انڈونیشیا، ملائشیا، برونائی دارالسلام) جنوبی ایشیائی مسلم ممالک (بنگلہ دیش، مالدیپ) اور سری لنکا شامل ہیں۔

پاکستان کے طبیعی خدوخال (Physical Features of Pakistan)

طبیعی خدوخال کے لحاظ سے پاکستان کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(الف) پہاڑی سلسلے (ب) سطح مرتفع (ج) میدان

ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

الف۔ پہاڑی سلسلے

خشکی کے اس بلند قطعے کو پہاڑ کہتے ہیں جس کی سطح پتھریلی، ناہموار، ڈھلوان دار اور سطح سمندر سے بلند ہو۔

پاکستان کے پہاڑی سلسلے مندرجہ ذیل ہیں۔

1- شمالی پہاڑی سلسلے 2- وسطی پہاڑی سلسلے 3- مغربی پہاڑی سلسلے

1-شمالی پہاڑی سلسلے

یہ پہاڑی سلسلے پاکستان کے شمال میں واقع ہیں۔ان پہاڑوں کے وجود سے پاکستان کی شمالی سرحد کافی حد تک محفوظ ہے۔ یہ پہاڑ بحیرہ عرب اور بحیرہ بنگال سے آنے والی ہواؤں کو روکتے ہیں، برف باری اور بارش کا موجب بنتے ہیں۔ان کی چوٹیاں سارا سال برف سے ڈھکی رہتی ہیں جن سے ہمارے دریاؤں کو پورا سال پانی ملتا ہے۔ان پہاڑوں سے قیمتی لکڑی بھی حاصل کی جاتی ہے۔ یہاں بہت سے صحت افزا مقامات ہیں جہاں لوگ سیر و سیاحت کے لیے جاتے رہتے ہیں۔ ان مقامات میں مری، ایوبیہ، نتھیا گلی، کاغان، وادی لیپا، سکردو، وادیٔ سوات، کالام، وادی نیلم، باغ، ہنزا، چترال، چلاس اور گلگت وغیرہ مشہور ہیں۔ یہ درج ذیل پہاڑی سلسلوں پر مشتمل ہے۔

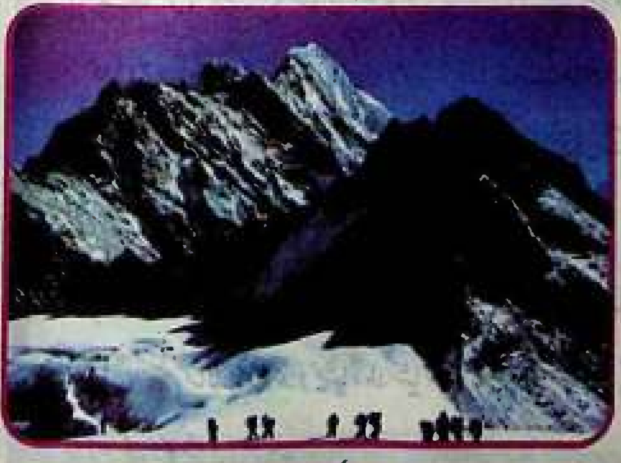

کوہِ ہمالیہ

(i) ذیلی ہمالیہ یا شوالک کی پہاڑیاں

یہ پہاڑی سلسلہ دریائے سندھ کے مشرق میں ہے اور کوہِ ہمالیہ کی جنوبی شاخ ہے جو شرقاً غرباً پھیلی ہوئی ہے۔ اس کو شوالک کا پہاڑی سلسلہ بھی کہتے ہیں۔ اس کی مشہور پہاڑیاں پبی کی پہاڑیاں ہیں جو ہزارہ اور مری کے جنوب میں واقع ہیں۔ان کا

مغربی سلسلہ پاکستان میں جبکہ زیادہ تر حصہ بھارت میں واقع ہے۔

(ii) ہمالیہ صغیر کا پہاڑی سلسلہ

ہمالیہ صغیر کا پہاڑی سلسلہ شوالک کی پہاڑیوں کے شمال اوران کے متوازی مشرق سے مغرب تک پھیلا ہوا ہے۔ پیر پنجال یہاں کا سب سے بلند پہاڑی سلسلہ ہے۔اس سلسلے کے مشہور صحت افزا مقامات مری، ایوبیہ اور نتھیا گلی وغیرہ ہیں۔ ہمالیہ صغیر کا یہ مختصر حصہ پاکستان میں اور باقی مقبوضہ کشمیر اور بھارت کے شمال میں واقع ہے۔

(iii) ہمالیہ کبیر کا پہاڑی سلسلہ

یہ دنیا کے بلندترین پہاڑی سلسلوں میں سے ایک ہے اور یہ سارا سال برف سے ڈھکا رہتا ہے۔کشمیر کی خوبصورت وادی سلسلہ پیر پنجال اور ہمالیہ کبیر کے درمیان واقع ہے۔اس سلسلے میں بہت سے گلیشیر پائے جاتے ہیں جن کے پگھلنے سے دریا وجود میں آتے ہیں۔اس سلسلہ کی مشہور چوٹی نانگا پربت ہے۔

(iv) کوہِ قراقرم کا پہاڑی سلسلہ

سلسلہ کوہِ قراقرم کوہستانِ ہمالیہ کے شمال میں کشمیر اور گلگت میں چین کی سرحد کے ساتھ ساتھ مغرب سے مشرق کی طرف پھیلا ہوا ہے۔ دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی جس کو گوڈون آسٹن یا کے۔ٹو کہتے ہیں، اسی سلسلہ کوہ میں واقع ہے جس کی بلندی قریباً 8611 میٹر ہے۔

پاکستان کی شاہراہِ ریشم جسے شاہراہِ قراقرم بھی کہتے ہیں، اسی سلسلہ میں سے گزر کر درہ خنجراب کے راستے چین تک جاتی ہے۔

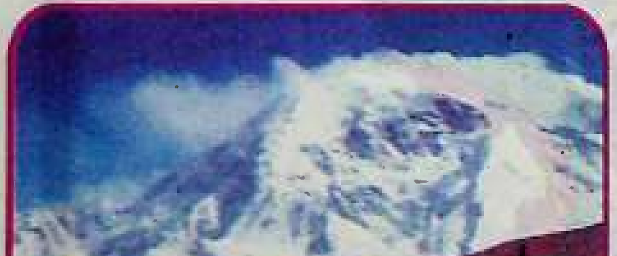

کوہِ قراقرم اور شاہراہ ریشم

پاکستان کے طبعی خدوخال کا نقشہ

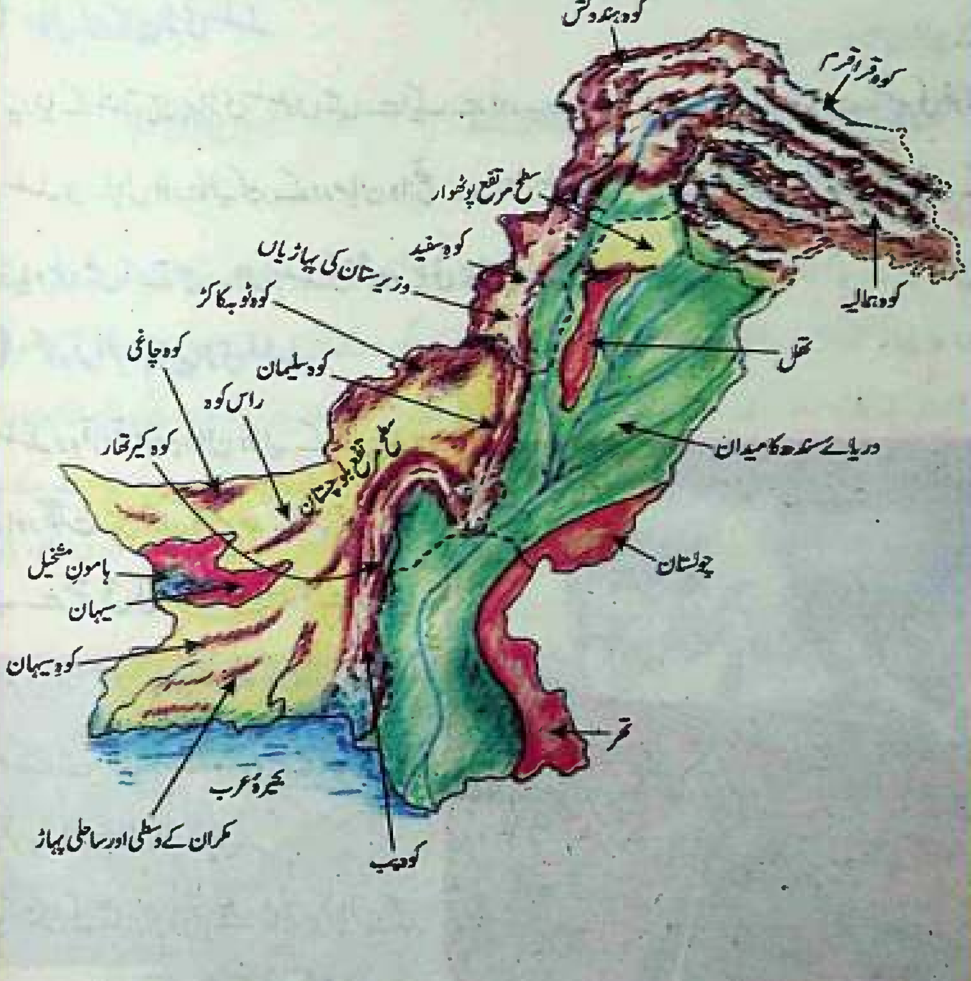

(v) کوہستان ہندوکش

پاکستان کے شمال مغرب میں کوہستان ہندوکش واقع ہے۔ان پہاڑوں کا بیشتر حصہ افغانستان میں پایا جاتا ہے۔اس سلسلہ کی بلند ترین چوٹی ترچ میر ہے۔

(vi) سوات اور چترال کے پہاڑ

وادیٔ سوات کے پہاڑ

کوہستان ہندوکش کے جنوب میں چھوٹے چھوٹے پہاڑی سلسلے پھیلے ہوئے ہیں۔ ان پہاڑوں کے درمیان درہ لواری ہے جو چترال اور پشاور کو ملاتا ہے اور سردیوں میں برفباری کے باعث بند رہتا ہے۔ یہاں بنائی جانے والی سرنگ ''لواری ٹنل'' کے توسط سے چترال اور ملک کے دوسرے حصوں کے درمیان پشاور کے ذریعے آمدورفت کا سلسلہ سارا سال جاری رہتا ہے۔ ان پہاڑی سلسلوں کے درمیان دریائے سوات، دریائے پنج کوڑا (دریائے کنڑ) اور دریائے چترال بہتے ہیں۔

2- وسطی پہاڑی سلسلے

(i) کوہستان نمک

یہ پہاڑی سلسلہ سطح مرتفع پوٹھوار کے جنوب میں دریائے جہلم اور دریائے سندھ کے درمیان واقع ہیں۔سکیسر اس سلسلے کا خوبصورت مقام ہے۔اس پہاڑی سلسلے میں نمک، جپسم اور کوئلہ کے ذخائر پائے جاتے ہیں۔

(ii) کوہِ سلیمان

یہ پہاڑی سلسلہ دریائے گومل کے جنوب سے شمالاً جنوباً شروع ہو کر پاکستان کے وسط تک جا پہنچتا ہے۔اس سلسلے کی سب سے بلند چوٹی تختِ سلیمان ہے۔

(iii) کوہِ کیرتھر

کوہِ سلیمان کے جنوب اور دریائے سندھ کے مغرب میں کوہِ کیرتھر کا پہاڑی سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ یہ دریائے سندھ کے زیریں میدان کے مغرب میں واقع ہے۔ کم بلند اور خشک پہاڑوں پر مشتمل ہے۔ دریائے حب اور لیاری کوہِ کیرتھر سے بحیرۂ عرب کی طرف بہتے ہیں۔

3- مغربی پہاڑی سلسلے

(i) کوہِ سفید کا پہاڑی سلسلہ

کوہِ سفید دریائے کابل کے جنوب میں شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔ درّہ خیبر کوہِ سفید کے شمال میں واقع ہے جو پاکستان اور افغانستان کے درمیان ایک تاریخی گزرگاہ ہے۔ کوہِ سفید کے جنوب میں دریائے کرّم بہتا ہے۔

(ii) وزیرستان کی پہاڑیاں

یہ پہاڑی سلسلہ دریائے کرّم کے جنوب میں پاک افغان سرحد کے ساتھ ساتھ شمالاً جنوباً پھیلا ہوا ہے۔ ان پہاڑیوں میں درّہ ٹوچی اور درّہ گومل واقع ہیں۔

(iii) ٹوبا کاکڑ کا پہاڑی سلسلہ

وزیرستان کی پہاڑیوں کے جنوب میں افغانستان سرحد کے ساتھ ٹوبا کاکڑ کا پہاڑی سلسلہ واقع ہے جو شمال مشرق سے جنوب مغرب کی طرف چلتا ہوا کوئٹہ کے شمال پر آ کر ختم ہو جاتا ہے۔

(iv) چاغی اور راس کوہ کی پہاڑیاں

پاکستان کے مغربی حصے میں افغان سرحد کے ساتھ چاغی کی پہاڑیاں واقع ہیں۔ راس کوہ کی پہاڑیاں چاغی کی پہاڑیوں کے جنوب میں واقع ہیں۔

(v) سیہان کی پہاڑیاں

سیہان کی پہاڑیاں صوبہ بلوچستان میں راس کوہ کے جنوب میں واقع ہیں۔

(vi) وسطی مکران کی پہاڑیاں

یہ پہاڑیاں صوبہ بلوچستان میں واقع ہیں۔ یہاں موسم سرما سرد ترین ہوتا ہے جبکہ موسم گرما معتدل ہوتا ہے۔

(vii) ساحلی مکران کی پہاڑیاں

یہ پہاڑیاں سیہان کی پہاڑیوں کے مغرب میں واقع ہیں۔ یہ کم بلند پہاڑیاں ہیں۔

ب۔ سطح مرتفع

پاکستان میں درج ذیل دو سطح مرتفع ہیں۔

(i) سطح مرتفع پوٹھوار (ii) سطح مرتفع بلوچستان

(i) سطح مرتفع پوٹھوار

کوہستانِ نمک کے شمال میں دریائے جہلم اور دریائے سندھ کے درمیان سطح مرتفع پوٹھوار واقع ہے۔ اس میں چونا، کوئلہ اور معدنی تیل کے وسیع ذخائر پائے جاتے ہیں۔ پاکستان اپنی معدنی تیل کی ضرورت کا کچھ حصہ یہاں سے پورا کرتا ہے۔ یہاں کا اہم دریا دریائے سواں ہے جو یہاں اپنی وادی بناتا ہے جسے وادئ سواں کہتے ہیں۔ سطح مرتفع پوٹھوار کی سطح بے حد کٹی پھٹی ہے۔

(ii) سطح مرتفع بلوچستان

سطح مرتفع بلوچستان کوہ سلیمان اور کیرتھر کے پہاڑی سلسلوں کے مغرب میں واقع ہے۔ یہ سطح مرتفع ناہموار اور بنجر ہے۔ یہاں بارش بہت کم ہوتی ہے لہٰذا یہ علاقہ صحرائی خصوصیات رکھتا ہے۔ اس سطح مرتفع کے شمال میں کوہِ چاغی اور ٹوبا کاکڑ کے پہاڑی سلسلے ہیں۔ صوبہ بلوچستان کے مغربی حصے میں نمکین پانی کی جھیلیں ہیں جن میں سب سے مشہور اور بڑی جھیل ہامونِ مشخیل ہے۔

ج۔ میدان

ایک وسیع، کم ڈھلوان دار اور نسبتاً ہموار سطح کو میدان کہتے ہیں۔ پاکستان کے میدان کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(i) دریائے سندھ کا بالائی میدان (ii) دریائے سندھ کا زیریں میدان

(i) دریائے سندھ کا بالائی میدان

میدانی علاقے کا ایک منظر

دریائے سندھ کا بالائی میدان صوبہ پنجاب میں سطح مرتفع پوٹھوار کے جنوب سے شروع ہو کر مٹھن کوٹ تک پھیلا ہوا ہے۔ اگر ہم مٹھن کوٹ کو بنیاد بنائیں جہاں پنجاب کے تمام دریا، دریائے سندھ سے ملتے ہیں تو مٹھن کوٹ سے اوپر پنجاب کی طرف کے سارے علاقہ کو دریائے سندھ کا بالائی میدان کہیں گے جبکہ مٹھن کوٹ سے نیچے صوبہ سندھ کی طرف ٹھٹھہ تک کا سارا علاقہ دریائے سندھ کا زیریں میدان ہوگا۔

بالائی میدان شمال کی طرف اونچا ہے اور جنوب کی طرف ڈھلوان دار ہے اسی لیے ہمارے سارے بڑے دریا شمال سے جنوب کی سمت بہتے ہیں۔ اس میدان کے مغرب میں تھل کا ریگستان ہے۔ یہ میدان جسے پانچ دریاؤں کے سیراب کرنے کی وجہ سے پنجاب یعنی ''پنج آب'' کی سرزمین کہا جاتا ہے، زرعی نقطہ نظر سے بہت زرخیز ہے۔ قیامِ پاکستان سے قبل بھی متحدہ پنجاب گندم کی پیداوار کے حوالے سے بہت مشہور تھا اور دنیا اسے اناج گھر کے نام سے یاد کرتی تھی۔ آج بھی پاکستان کے حصے میں آنے والا پنجاب ملک کی غذائی ضروریات پوری کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

(ii) دریائے سندھ کا زیریں میدان

مٹھن کوٹ سے نیچے دریائے سندھ ایک بڑے دریا کی شکل میں اکیلا بہتا ہوا ٹھٹھہ تک جا پہنچتا ہے اور وہاں سے ڈیلٹا میں تقسیم ہو کر بحیرہ عرب میں جا گرتا ہے۔ اس سارے علاقے کو دریائے سندھ کا زیریں میدان کہا جاتا ہے۔ اس میدان کے جنوب مغرب کی طرف کوہِ کیرتھر کا سلسلہ واقع ہے جبکہ مشرق کی طرف تھر کا ریگستان واقع ہے۔ بالائی میدان کی طرح سندھ کا زیریں میدان بھی بہت زرخیز ہے۔ یہ اگیتی سبزیوں اور پھلوں کی پیداوار کے حوالے سے بڑی شہرت رکھتا ہے۔ آبپاشی زیادہ تر انہار سے کی جاتی ہے لیکن نہری پانی کی کمی ہے جسے پورا کرنے کے لیے ٹیوب ویل بھی نصب کیے گئے ہیں۔ زیرِ زمین پانی کھاری ہونے کی وجہ سے بالائی میدان کے مقابلے میں کافی کم ہے۔ پانی کی کمی اور سیم وتھور اس میدان کے اہم زرعی مسائل ہیں۔

اس کے علاوہ دریائے سندھ کا ڈیلٹائی علاقہ ٹھٹھہ سے لے کر بحیرہ عرب تک پھیلا ہوا ہے۔ یہاں دریا کی رفتار سست ہو جاتی ہے اور سمندر میں گرنے سے پہلے دریا کئی شاخوں میں تقسیم ہو کر ڈیلٹا △ کی شکل بناتا ہے جس کے باعث یہ ڈیلٹائی علاقہ کہلاتا ہے۔

پاکستان کے موسمی حالات اور آب و ہوا

(Climatic Conditions of Pakistan)

کسی مقام یا ملک کی سالہا سال کی موسمی کیفیت کی اوسط کو آب و ہوا کہتے ہیں مثلاً لاہور کی آب و ہوا موسم گرما میں شدید گرم اور نیم مرطوب اور موسم سرما میں سرد ہے۔

درجہ حرارت کے لحاظ سے پاکستان کے علاقے

وسعت اور مختلف قسم کی سطح کے پیشِ نظر پاکستان کو درجہ حرارت کے اعتبار سے چار حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

1- شمال اور شمال مغربی پہاڑی علاقہ

2- دریائے سندھ کا بالائی میدان

3- زیریں وادیٔ سندھ کا ساحلی علاقہ

4- سطح مرتفع بلوچستان

1- شمال اور شمال مغربی پہاڑی علاقہ

پاکستان کے شمال اور شمال مغربی پہاڑی علاقوں میں سردیوں کا موسم شدید قسم کا ہوتا ہے۔ درجہ حرارت نقطۂ انجماد سے گر جاتا ہے مثلاً سکردو میں جنوری کا اوسط درجہ حرارت نقطۂ انجماد سے کم ہوتا ہے۔ اکثر علاقوں میں شدید برف باری ہوتی ہے اور خوب سردی پڑتی ہے۔ البتہ موسمِ گرما خوشگوار رہتا ہے۔

2- دریائے سندھ کا بالائی میدان

دریائے سندھ کے بالائی میدان میں مخصوص بری آب و ہوا پائی جاتی ہے۔ موسم گرما میں میدانی علاقے خوب گرم ہو جاتے ہیں۔ مئی، جون اور جولائی کے مہینوں میں دن کے وقت لُو چلتی ہے۔ کبھی کبھی ان مہینوں میں آندھیوں کے ساتھ بارش بھی ہو جاتی ہے۔ جون گرم ترین مہینا ہے۔ بعض اوقات درجہ حرارت 50 سینٹی گریڈ سے بھی بڑھ جاتا ہے البتہ موسم سرما میں درجہ حرارت میں کمی ہو جاتی ہے اور موسم خوشگوار ہو جاتا ہے۔

3- زیریں وادیٔ سندھ کا ساحلی علاقہ

پاکستان کے ساحلی علاقوں میں نسیم برّی اور نسیم بحری ہوائیں گرمی کی شدت میں کمی کرتی ہیں جس کی وجہ سے یہاں موسم گرما شدید قسم کا نہیں ہوتا۔ اوسط درجہ حرارت 32 سینٹی گریڈ کے قریب رہتا ہے۔ ان علاقوں میں سردی نہیں ہوتی۔

4- سطح مرتفع بلوچستان

اس علاقے میں موسم سرما میں خاصی سردی پڑتی ہے تاہم گرمیوں کا درجہ حرارت شمالی پہاڑی علاقوں کی نسبت بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔ سطح مرتفع بلوچستان میں سبّی جیسے علاقے بھی پائے جاتے ہیں جہاں گرمیوں میں درجہ حرارت نا قابل برداشت حد تک بڑھ جاتا ہے۔ سردیوں کے موسم میں بعض اوقات شمال سے آنے والی ہوائیں بلوچستان میں پہنچتی ہیں تو شدید سردی ہو جاتی ہے۔

پاکستان میں بارش کی صورت حال

پاکستان میں بارش سال میں دو دفعہ ہوتی ہے۔

1- موسمِ گرما کی مُون سُون کی بارش　　　2- موسمِ سرما کی بارش

1- موسمِ گرما کی مُون سُون کی بارش

جولائی سے ستمبر کے درمیان موسمِ گرما کی مُون سُون ہواؤں سے مری، اسلام آباد، راولپنڈی، جہلم اور سیالکوٹ کے علاقوں میں اوسطاً 50 انچ کے قریب سالانہ بارش ہوتی ہے اور جنوب کی طرف بتدریج کم ہوتی جاتی ہے۔ جنوبی میدانی علاقے جن میں جنوبی پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے علاقے شامل ہیں، یہاں 10 انچ سالانہ سے کم بارش ہوتی ہے جس کے باعث یہاں صحرا پائے جاتے ہیں۔ سطح مرتفع بلوچستان اور شمال مغربی پہاڑوں پر گرمیوں میں بارش نہیں ہوتی اس لیے یہ خشک پہاڑی سلسلے ہیں۔

2- موسمِ سرما کی بارش

مغربی ہواؤں کی وجہ سے سردیوں میں شمالی میدانوں میں بھی بارش ہوتی ہے لیکن یہ بارش اتنی زیادہ نہیں ہوتی کہ ہماری ضروریات کو پورا کر سکے۔ جنوبی علاقوں میں بارش کم ہونے کی وجہ سے یہاں پر کھیتی باڑی اور لوگوں کے مسائل میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ پاکستان میں پانی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ڈیم اور نہریں بنانا اشد ضروری ہیں تا کہ زراعت کو فروغ دیا جا سکے۔

آب وہوا کے لحاظ سے پاکستان کے خطے

پاکستان کو آب وہوا کے لحاظ سے درج ذیل خطوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1- بلندی والا برّی آب وہوا کا خطہ	2- سطح مرتفع والا برّی آب وہوا کا خطہ
3- میدانی برّی آب وہوا کا خطہ	4- ساحلی آب وہوا کا خطہ

1- بلندی والا برّی آب وہوا کا خطہ

آب وہوا کے اس خطے میں پاکستان کے شمالی بلند پہاڑی علاقے (بیرونی، وسطی کوہِ ہمالیہ) شمال مغربی پہاڑی سلسلے (چترال، سوات وغیرہ) مغربی پہاڑی سلسلے (وزیرستان، ژوب اور لورالائی) اور بلوچستان کے پہاڑی سلسلے (کوئٹہ، ساراوان، وسطی مکران اور جھالاوان) شامل ہیں۔ یہاں کی آب وہوا کی خصوصیت میں موسمِ سرما سرد ترین ہوتا ہے۔ عموماً برف باری ہوتی ہے۔ موسمِ گرما معتدل ہوتا ہے جبکہ موسمِ سرما کے آخر اور موسمِ بہار کے شروع میں بارشیں ہوتی ہیں۔ اس خطے کے کچھ علاقوں مثلاً بیرونی ہمالیہ، مری اور ہزارہ میں قریباً سارا سال بارشیں ہوتی ہیں۔ زیادہ تر بارشیں موسمِ گرما کے آخر میں ہوتی ہیں۔

2- سطح مرتفع والا برّی آب وہوا کا خطہ

آب وہوا کے اس خطے میں بلوچستان کا مغربی علاقہ آتا ہے۔ مئی سے وسط ستمبر تک مسلسل گرم اور گرد آلود ہوائیں چلتی رہتی ہیں۔ جنوری اور فروری کے مہینوں میں کچھ بارشیں ہوتی ہیں۔ اس خطے کی میں موسمِ گرما شدید گرم اور خشک ہوتا ہے۔ اس موسم میں گرد آلود ہوائیں چلتی ہیں جو اس خطے کی اہم خصوصیات ہیں۔

3- میدانی برّی آب وہوا کا خطہ

آب وہوا کے اس خطے میں دریائے سندھ کا بالائی (صوبہ پنجاب) اور زیریں میدان (صوبہ سندھ) شامل ہیں۔ اس خطے کی آب وہوا میں موسمِ گرما شدید گرم رہتا ہے اور موسمِ گرما کے آخر میں مون سون ہواؤں سے شمالی پنجاب میں زیادہ بارشیں ہوتی ہیں جبکہ بقیہ میدانی علاقوں میں بارشیں کم ہوتی ہیں۔ موسمِ سرما میں بھی بارش کی یہی صورت حال رہتی ہے۔ تھل اور جنوب مشرقی صحرا خشک ترین علاقے ہیں یعنی بارش بہت کم ہوتی ہے۔ پشاور کے میدانی علاقوں میں آندھی، طوفان اور بادوباراں آتے ہیں۔

4- ساحلی آب وہوا کا خطہ

آب وہوا کے اس خطے میں صوبہ سندھ اور بلوچستان کے ساحلی علاقے شامل ہیں۔ سالانہ اور روزانہ کے

آب و ہوا کے لحاظ سے پاکستان کے خطے

1- بلندی والا برّی آب و ہوا کا خطہ

2- سطح مرتفع والا برّی آب و ہوا کا خطہ

3- میدانی برّی آب و ہوا کا خطہ

4- ساحلی آب و ہوا کا خطہ

درجہ حرارت میں بہت کم فرق ہوتا ہے۔ موسمِ گرما کے دوران سمندر سے ہوائیں چلتی ہیں۔ ہوا میں نمی زیادہ ہوتی ہے۔ سالانہ اوسط درجہ حرارت قریباً 32 درجے سینٹی گریڈ ہوتا ہے۔ مئی اور جون گرم ترین مہینے ہیں۔ لسبیلہ کے ساحلی میدان میں بارشیں موسمِ گرما اور موسمِ سرما دونوں میں ہوتی ہیں۔ لسبیلہ کے مشرق میں زیادہ بارش موسمِ گرما میں جبکہ مغرب میں موسمِ سرما میں ہوتی ہے۔

انسانی زندگی پر آب وہوا کے اثرات

آب وہوا کا انسانی زندگی پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ آب وہوا کسی مقام یا علاقے کی تمام انسانی سرگرمیوں پر اپنا اثر رکھتی ہے۔ کسی ملک کے رہنے والوں کی معاشی، معاشرتی، سماجی، سیاسی، تجارتی غرضیکہ تمام سرگرمیوں کا انحصار کافی حد تک آب وہوا پر ہے۔

- ☆ پاکستان کے میدانی علاقوں کی آب وہوا میں شدت پائی جاتی ہے یعنی موسمِ گرما گرم اور موسمِ سرما سرد ہوتا ہے۔ یہ آب وہوا مختلف اقسام کی فصلوں، سبزیوں اور پھلوں کے لیے بہت موزوں ہے۔ میدانی علاقے دریاؤں کی لائی ہوئی مٹی سے بنے ہیں لہٰذا بہت زرخیز ہیں۔ یہ گنجان آباد علاقے ہیں۔ ان علاقوں کے رہنے والوں کی آمدنی کا زیادہ تر دارومدار زراعت اور اس سے متعلقہ صنعتوں پر ہے۔ یہاں کے مکینوں کی معاشی حالت نسبتاً بہتر ہے۔ میدانی علاقوں میں بارش کی کمی کو دریاؤں اور زیرزمین پانی سے آبپاشی کے نظام کے ذریعے پورا کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں سب سے زیادہ آبادی اسی علاقے میں ہے۔ ذرائع آمدورفت اور نقل وحمل بہتر ہیں اور لوگوں کو بہتر سہولتیں میسر ہیں۔
- ☆ پاکستان کے شمال وشمال مغربی علاقے پہاڑی سلسلوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ یہ علاقے سطحِ سمندر سے کئی ہزار میٹر بلند ہیں۔ جیسے جیسے ہم سطحِ سمندر سے بلندی کی طرف جاتے ہیں، درجہ حرارت میں کمی واقع ہوتی جاتی ہے۔ پہاڑی علاقوں کا درجہ حرارت موسمِ سرما میں سرد ترین یعنی نقطۂ انجماد (0 درجے) سے گرجاتا ہے۔ اکثر برف باری ہوتی ہے۔ یہاں کے رہنے والوں کی تمام سرگرمیاں موسمِ سرما میں قریباً محدود ہوجاتی ہیں۔ لوگ موسمِ سرما کے شروع ہونے سے پہلے خوراک اور دیگر ضروری اشیا ذخیرہ کرلیتے ہیں۔ لوگوں کی سرگرمیوں میں گھریلو دستکاری بہت اہم ہے۔ بعض لوگ اپنے مویشیوں کو پہاڑی علاقوں سے میدانی علاقوں کی طرف منتقل کرلیتے ہیں کیونکہ برف باری کی وجہ

سے چراگاہیں استعمال نہیں ہوسکتیں۔ موسمِ گرما میں یہ علاقے سرسبز و شاداب ہوجاتے ہیں۔ برف پگھلنے سے ندی نالے رواں دواں ہوجاتے ہیں۔ یہاں کے رہنے والے لوگ اپنے مویشیوں کو لے کر دوبارہ ان علاقوں کا رُخ کرتے ہیں۔ موسمِ گرما میں کاشت کاری لوگوں کا اہم پیشہ ہے۔ یہاں مختلف اقسام کے پھل پیدا ہوتے ہیں جس سے معاشی وتجارتی سرگرمیاں شروع ہوجاتی ہیں۔ پہاڑی علاقے نسبتاً کم گنجان آباد ہیں۔ ان علاقوں میں معدنیات کے ذخائر بھی ملتے ہیں۔ یہاں کے لوگ محنتی اور جفاکش ہوتے ہیں۔ ان علاقوں کی اچھی آب وہوا اور خوبصورت مناظر کی وجہ سے سیاحت کو بہت فروغ حاصل ہوا ہے۔

☆ پاکستان میں صحرائی علاقوں کی آب وہوا بہت گرم اور خشک ہے۔ دن اور رات کے درجہ حرارت میں بہت فرق ہے۔ موسمِ گرما میں دن کے وقت لُو چلتی ہے۔ گرد آلود آندھیاں چلتی ہیں۔ پنجاب کا جنوبی اور صوبہ سندھ کا شمالی وجنوبی علاقہ خاص طور پر ریگستانی خصوصیات رکھتا ہے۔ ان علاقوں کے لوگوں کی زندگی انتہائی سخت ہے۔ بارش کم ہوتی ہے اس لیے پینے کے لیے پانی دور دور سے لانا پڑتا ہے۔ جن علاقوں میں نہریں پانی کی فراہمی کا ذریعہ ہیں وہاں زندگی قدرے بہتر گزرتی ہے۔ بھیڑ بکریاں پالنا ان علاقوں کے لوگوں کا سب سے اہم ذریعۂ معاش ہے۔

☆ پاکستان میں سطح مرتفع بلوچستان کی آب وہوا موسمِ گرما میں گرم ترین اور موسمِ سرما میں سرد ترین ہوتی ہے۔ موسمِ سرما میں بعض بلند مقامات پر برف باری ہوتی ہے۔ یہ پاکستان کا خشک ترین علاقہ ہے۔ موسمِ سرما کی برف باری اس علاقے میں پانی کے ذخائر کی دستیابی کا اہم ذریعہ ہے۔ موسمِ گرما میں نشیبی علاقے اور چھوٹے دریاؤں میں پانی جمع ہوجاتا ہے لہٰذا یہاں جھیلیں اور موسمی ندی نالے موجود ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں بارش کے پانی کو جمع کر کے زمین دوز نالیوں "کاریز" کے ذریعے ایک جگہ سے دوسری جگہ لایا جاتا ہے۔ بلوچستان میں درجہ حرارت زیادہ ہونے کی وجہ سے یہ زمین دوز نالیاں بہت اہم ہیں جن سے پانی بخارات بن کر نہیں اُڑ سکتا جس کی وجہ سے اس علاقے میں کاشتکاری شروع ہوگئی ہے۔ یہاں کے رہنے والوں کی آمدنی کا زیادہ تر دارومدار بھیڑ بکریاں اور مویشی پالنے پر ہے۔ یہ علاقہ پھلوں کی پیداوار اور معدنی وسائل کی دولت سے مالا مال ہے۔ لوگوں کا ذریعہ معاش مقامی وسائل کی دستیابی پر ہے۔

گلیشیرز اور دریاؤں کا نظام (Glaciers and Drainage System)

گلیشیر (Glacier)

زیادہ بلند علاقوں پر درجہ حرارت کم رہتا ہے جس کی بِنا پر وہاں برف باری ہوتی رہتی ہے۔ جب ایک جگہ برف سالہا سال جمع ہوتی رہے تو نیچے والی برف سخت ہو جاتی ہے اور کم بلندی کی طرف سرکنے لگتی ہے، اسے گلیشیر کہتے ہیں۔

بیافو گلیشیر

ہمارے پہاڑوں پر کثرت سے ہونے والی برف باری کی بدولت بڑے بڑے گلیشیرز جنم لیتے ہیں جو موسمِ گرما میں آہستہ آہستہ پگھل کر سارا سال ہمارے دریاؤں اور ندی نالوں کو رواں دواں رکھتے ہیں، جس سے ہماری آبادی، زراعت اور صنعت کو پانی فراہم ہوتا ہے۔ ہمارا طویل اور منفرد نہری نظامِ آبپاشی انھی گلیشیرز کا مرہونِ منت ہے۔

سیاچن، بولتورو، بیافو، ہسپر، ریمو اور بتورا پاکستان میں واقع چند بڑے گلیشیرز ہیں۔

سیاچن گلیشیر

دریاؤں کا نظام (River System)

پاکستان میں پائے جانے والے گلیشیرز موسمِ گرما میں درجہ حرارت بڑھنے کی وجہ سے پگھلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ان سے نکلنے والا تازہ پانی چشموں اور نالوں کی صورت میں دریاؤں میں آ کر گرتا ہے۔ گلیشیرز کی حرکت کی وجہ سے پاکستان کے پہاڑی علاقوں میں تازہ پانی کی جھیلیں بھی بن گئی ہیں جو کہ مقامی لوگوں کی ضروریات کو پورا کرتی ہیں۔ پاکستان کو دریائے سندھ اور اس کے معاون دریا سیراب کرتے ہیں۔ دریائے سندھ چین کی سرحد کے قریب شمالی پہاڑوں سے نکلتا ہے اور مقبوضہ کشمیر سے ہوتا ہوا سکردو کے مقام پر پاکستان میں داخل ہوتا ہے۔ یہ دریا پنجاب اور سندھ کے

پاکستان کے دریا

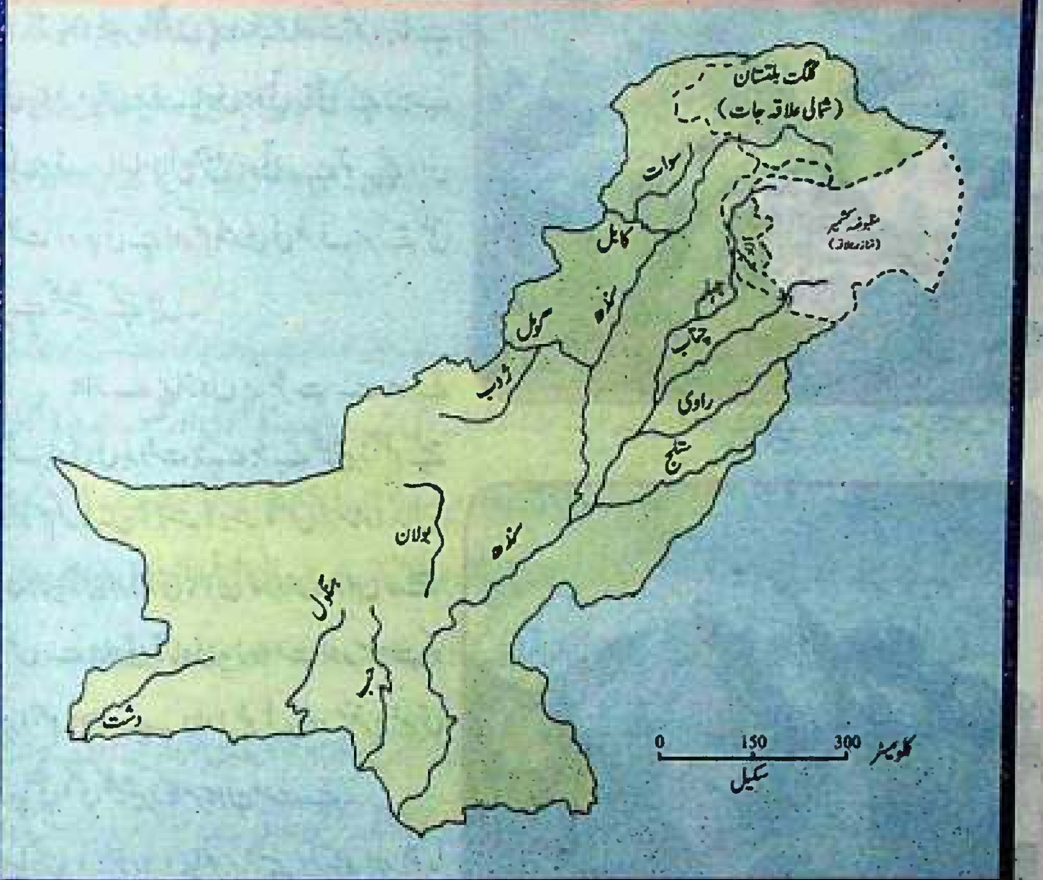

میدانوں سے گزرتا ہوا صوبہ سندھ میں ٹھٹھہ کے مقام پر بحیرہ عرب میں جا گرتا ہے۔ راستے میں کئی چھوٹے بڑے دریا اس میں گرتے ہیں۔ یہ دریا، دریائے سندھ کے معاون دریا کہلاتے ہیں۔ ان معاون دریاؤں میں مشرقی معاون دریا، دریائے جہلم، چناب، راوی اور ستلج شامل ہیں جو کہ صوبہ پنجاب میں دریائے سندھ کا حصہ بنتے ہیں۔ دریائے سندھ کے مغربی معاون دریاؤں میں دریائے پنج کوڑا، سوات، کابل، کرم اور ٹوچی وغیرہ شامل ہیں۔

جنگلات اور جنگلی حیات
(Vegetation and Wild Life)

جنگلات (Vegetation)

پاکستان کی آب و ہوا میں فرق کی وجہ سے یہاں درج ذیل مختلف اقسام کے جنگلات پائے جاتے ہیں۔

جنگل کا ایک منظر

1- پاکستان کے کچھ شمالی اور شمال مغربی علاقوں میں اوسطاً بارش دوسرے علاقوں کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ یہاں سدابہار جنگلات پائے جاتے ہیں جن میں دیودار، کیل، پڑتل اور صنوبر کے درخت زیادہ اہم ہیں۔ ان درختوں سے اعلیٰ قسم کی عمارتی لکڑی حاصل ہوتی ہے۔ یہاں شاہ بلوط، اخروٹ اور کاٹھ کے درخت بکثرت ملتے ہیں۔ مری، ایبٹ آباد، مانسہرہ، چترال، سوات اور دیر صحت افزا مقامات ہیں۔

2- پہاڑی دامنی علاقوں میں زیادہ تر پھلاہی، کاہو، جنڈ، بیر، توت اور سنبل کے درخت ملتے ہیں جن میں پشاور، مردان، کوہاٹ، اٹک، راولپنڈی، جہلم اور گجرات کے اضلاع شامل ہیں۔

3- صوبہ بلوچستان میں کوئٹہ اور قلات ڈویژن میں زیادہ تر خاردار جھاڑیوں کے علاوہ مازو، چلغوزہ، توت اور پاپلر کے درخت پائے جاتے ہیں۔

4- میدانی علاقوں میں کچھ جنگلات موجود ہیں جن میں شیشم، پاپلر، شہتوت، سنبل، جامن، دھریک اور سفیدے وغیرہ کے درخت ملتے ہیں۔ ان علاقوں میں چھانگا مانگا، چیچہ وطنی، خانیوال، ٹوبہ ٹیک سنگھ، رکھ غلاماں تھل، بہاولپور، تونسہ، سکھر، کوٹری اور گڈو شامل ہیں۔ دریاؤں کے ساتھ ساتھ بیلے کے جنگلات بھی ملتے ہیں۔ علاوہ ازیں اہم قومی شاہراہوں اور نہروں کے ساتھ بھی جنگلات دیکھنے کو ملتے ہیں۔

جنگلات کی اہمیت

1- شمالی پہاڑی علاقوں میں زیادہ بارش ہوتی ہے جس سے پہاڑی ڈھلوانوں سے پانی بہتا ہوا دریاؤں میں گرتا ہے۔ جنگلات کا ڈھلوانوں پر ہونا پانی کے تیز بہاؤ میں آڑے آتا ہے جس سے نہ صرف مٹی کا کٹاؤ رک جاتا ہے بلکہ پانی کی رفتار بھی کم ہو جاتی ہے۔

2- پاکستان میں توانائی کے وسائل کم ہیں لہٰذا جنگلات کی لکڑی کوئلہ کی کمی کو دور کرتی ہے اور جلانے یا توانائی کے حصول کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

3- جنگلات سے حاصل کردہ لکڑی عمارات میں استعمال ہونے کے علاوہ فرنیچر اور دوسری اشیا بنانے کے کام آتی ہے۔

4- جنگلات کی لکڑی سے کھیلوں کا سامان بنتا ہے جسے پاکستان برآمد کر کے زرِمبادلہ کماتا ہے۔

5- جنگلات کسی بھی علاقے کی آب و ہوا کو خوشگوار بناتے ہیں اور درجہ حرارت کی شدت کو کم کر دیتے ہیں۔

6- جنگلات کافی حد تک بارش برسانے کا باعث بھی بنتے ہیں کیونکہ ان کی موجودگی سے ہوا میں آبی بخارات میں اضافہ ہو جاتا ہے جو بارش برسانے کا باعث بنتے ہیں۔

7- درختوں کی جڑیں مٹی کو آپس میں جکڑے رکھتی ہیں جس کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ پانی کے بہاؤ سے مٹی کی زرخیز تہہ بہہ نہیں سکتی، جس سے زمین کی زرخیزی قائم رہتی ہے۔

8- جنگلات کے نہ ہونے سے دریا اپنے ساتھ ریت اور مٹی کی بڑی مقدار بہالے جاتے ہیں جس سے ہمارے ڈیم اور مصنوعی جھیلیں بھر جاتی ہیں اور زراعت وصنعت کے لیے کم پانی ذخیرہ ہوتا ہے۔

9- درخت سیم وتھور زدہ علاقوں میں بہت کارآمد ہیں کیونکہ یہ زمین سے پانی جذب کر لیتے ہیں جس سے زیرِ زمین پانی کی مقدار کم ہو جاتی ہے اور اس کی سطح نیچے چلی جاتی ہے۔

10- جنگلات سے حاصل شدہ جڑی بوٹیاں ادویات میں استعمال ہوتی ہیں۔

11- جنگلات سیاحت کو فروغ دیتے ہیں۔ پاکستان کے بہت سے شمالی اور شمال مغربی پہاڑی مقامات ایسے ہیں جو جنگلات کی وجہ سے صحت افزا اور قابلِ دید مقامات ہیں۔

12- جنگلات جنگلی حیات (پرند اور چرند) کے لیے بہت ضروری ہیں۔

13- جنگلات ہمیں مختلف اقسام کے پھل، بیج اور جانوروں کو چارہ مہیا کرتے ہیں۔

14- جنگلات پاکستان کی معیشت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

15- جنگلات لاخ اور ریشم سازی کی صنعت کا ذریعہ ہیں نیز کھمبیاں، شہد اور گوند بھی مہیا کرتے ہیں۔

16- درخت کاغذ اور گتّہ سازی کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں۔

حکومتِ پاکستان نے جنگلات میں اضافے کے لیے بہت سے اقدامات کیے ہیں۔ شعبۂ جنگلات اس سلسلہ میں سرگرمِ عمل ہے۔ درخت لگانے کے لیے تمام بڑے بڑے شہروں میں نرسریاں قائم کی گئی ہیں جہاں مناسب قیمت پر پودے دستیاب ہوتے ہیں۔

پاکستان کی جنگلی حیات (Wild Life of Pakistan)

☆ پاکستان کا شمالی حصہ تین اطراف سے پہاڑوں میں گھرا ہوا ہے۔ ان پہاڑوں میں قراقرم، ہمالیہ اور ہندوکش

کے پہاڑی سلسلے شامل ہیں۔ ان پہاڑوں کی بلندیوں پر برفانی چیتا، سیاہ ریچھ، بھورا ریچھ، بھیڑیا، سیاہ خرگوش، مارخور، بھرل، پہاڑی بکری، مارکو پولو بھیڑ، ہرن اور تیتر دیکھنے کو ملتے ہیں۔ برفانی چیتا، مارکو پولو بھیڑ اور بھورے ریچھ کی تعداد تیزی سے کم ہو رہی ہے۔ اس لیے عالمی ادارے نے ان جانوروں کو خطرے کی زد میں قرار دیا ہے۔

برفانی چیتا

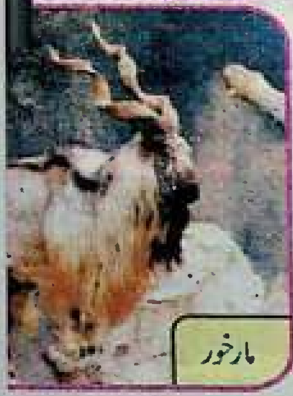

مارخور

☆ کم بلند پہاڑی ڈھلوانوں پر بندر، سرخ لومڑی، کالا ہرن، چیتا، تیتر اور چکور وغیرہ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ سطح مرتفع پوٹھوار، کوہِ نمک اور کالا چٹا پہاڑ پر جنگلات کثرت سے ملتے ہیں۔ ان جنگلات میں کئی جنگلی جانور پائے جاتے ہیں جن میں اڑیال، چنکارا ہرن، تیتر، مور، چکور اور علاقائی پرندے شامل ہیں۔

☆ پاکستان کے میدانی علاقے زرعی مقاصد کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، اسی سبب میدانی علاقوں میں پائے جانے والے جنگل اور جنگلی حیات تیزی سے سکڑتے جا رہے ہیں۔ ان علاقوں میں گیدڑ، لگڑ بھگڑ، نیولا اور بھیڑیا جیسے جانور ملتے ہیں۔

☆ چنکارا ہرن اور مور ریگستانی علاقوں میں پائے جانے والی جنگلی حیات میں سے ہیں۔

☆ بلوچستان کے سنگلاخ اور خشک پہاڑ مارخور، جنگلی بھیڑ، تیتر، چکور اور کئی اقسام کی جنگلی بلیوں کے مسکن ہیں۔

چکور

لگڑ بگڑ

نیولا

☆ شکاری پرندوں میں پاکستان میں باز، عقاب اور شکرا عام ملتے ہیں۔ ان پرندوں کے علاوہ کئی موسمیاتی پرندے ہر سال سردیوں کے آغاز میں سائبیریا اور دوسرے سرد علاقوں سے ہجرت کر کے پاکستان کی جھیلوں کا رُخ کرتے ہیں اور موسم بسر ما گزرنے کے بعد واپس اپنے دیس کی راہ لیتے ہیں۔ مارخور پاکستان کا قومی جانور اور چکور پاکستان کا قومی پرندہ ہے۔ کسی بھی ملک میں جنگلی حیات کا موجود ہونا اس ملک کے حسن اور دلکشی کے ساتھ ساتھ قدرتی توازن کو برقرار رکھنے میں بڑا معاون ہوتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو انواع واقسام کی جنگلی حیات سے نوازا ہے لیکن درج ذیل وجوہات جنگلی حیات کی بقا اور افزائش میں مسلسل کمی کا باعث بن رہی ہیں۔

(i) غیر قانونی شکار
(ii) ناقص منصوبہ بندی
(iii) انسانی آبادی میں مسلسل اضافہ
(iv) جنگلات کا کٹاؤ
(v) پانی کی کمی
(vi) پالتو جانوروں کی تعداد میں اضافے کی وجہ سے خوراک میں کمی
(vii) جنگلی پناہ گاہوں کا خاتمہ

پاکستان کے اہم قدرتی خطے۔ خصوصیات اور مسائل

(Pakistan's Major Natural Regions Their Characteristics, and Problems)

"قدرتی خطے سے مراد ایسا علاقہ ہے جس میں سطح زمین کی بلندی، پستی، موسم، نباتات، حیوانات اور لوگوں کے رہن سہن کے طریقے وغیرہ ایک جیسے ہیں۔"

پاکستان کو درج ذیل پانچ اہم قدرتی خطوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔ میدانی خطہ　　2۔ صحرائی خطہ　　3۔ ساحلی خطہ

4۔ مرطوب اور نیم مرطوب پہاڑی خطہ　　5۔ خشک اور نیم خشک پہاڑی خطہ

1۔ میدانی خطہ

پاکستان کے میدانی خطے کا زیادہ حصہ صوبہ پنجاب اور صوبہ سندھ میں آتا ہے جسے دریائے سندھ کا بالائی اور زیریں میدان کہتے ہیں۔ البتہ کچھ میدانی خطہ صوبہ خیبر پختونخوا اور صوبہ بلوچستان میں بھی آتا ہے۔ اب ہم ان سب کا باری باری ذکر کریں گے۔

پنجاب کا میدانی خطہ

یہ خطہ جسے دریائے سندھ کا بالائی میدان بھی کہا جاتا ہے بڑا زرخیز ہے، جو دریاؤں کی سال ہا سال سے لائی ہوئی بھل دار نرم مٹی سے بنا ہے۔ یہ خطہ پوٹھوار اور کوہستان نمک سے شروع ہو کر مٹھن کوٹ تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ سب سے بڑا قابلِ کاشت رقبہ ہے۔ دو دریاؤں کے درمیان کی زمین کو دوآبہ کہتے ہیں۔ پنجاب کی زمین کئی ... درمیان ہے۔

چاول کی فصل

فصلوں کی آبپاشی کا بڑا ذریعہ انہار ہیں۔ آبادی کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے نہروں کے علاوہ ٹیوب ویلوں سے بھی آبپاشی کی جاتی ہے۔ دریاؤں پر بیراج بنا کر نہریں نکالی گئی ہیں۔ ان نہروں میں آبپاشی انہار بھی ہیں اور رابطہ انہار بھی۔ ملک کی آبپاشی انہار اور بیراجوں میں سے زیادہ تر پنجاب کے میدانی خطے میں ہیں۔

گندم، کپاس، چاول، گنا اور مکئی اہم فصلیں ہیں۔ کینو، آم اور امرود کے باغات بھی وافر مقدار میں ملتے ہیں۔ زرعی نقطۂ نظر سے اس خطے کی بڑی اہمیت ہے جو نہ صرف ملک کی غذائی ضروریات پوری کرتا ہے بلکہ پھلوں کے علاوہ کپاس اور

چاول کی برآمد سے کثیر زرِ مبادلہ بھی کماتا ہے۔ اس علاقے کا باسمتی چاول اپنی خوشبو اور ذائقہ کے لحاظ سے دنیا بھر میں شہرت رکھتا ہے۔ زرعی پیداوار کی بنیاد پر صنعتی ترقی بھی اس خطے کی نمایاں خصوصیت ہے۔ پنجاب کے میدانی خطے کا زیادہ تر حصہ گنجان آباد ہے اور یہاں بڑے بڑے شہر آباد ہیں مثلاً لاہور، فیصل آباد اور ملتان وغیرہ۔

سندھ کا میدانی خطہ

اس خطے کو دریائے سندھ کا زیریں میدان بھی کہتے ہیں۔ بالائی میدان کی طرح یہ خطہ بھی بہت زرخیز ہے۔ اس کے مشرق میں صحرائے تھر ہے۔ زیادہ تر آبپاشی انہار سے کی جاتی ہے لیکن فصلوں کے لیے پانی کی کمی کو ٹیوب ویلوں سے بھی پورا کیا جاتا ہے۔ سکھر بیراج یہاں کا سب سے بڑا بیراج ہے۔ دوسرے دو بیراجوں گدو اور کوٹری سے بھی نہریں نکالی گئی ہیں۔ گندم، گنا، چاول اور کپاس اس خطے کی اہم فصلیں ہیں۔ اس خطے کا کیلا، امرود اور کھجور بہت مشہور ہیں۔ کراچی اور حیدر آباد یہاں کے دو بڑے شہر ہیں۔ یہ دونوں شہر صنعتوں کے لیے بھی مشہور ہیں۔

صوبہ خیبر پختونخوا اور بلوچستان کا میدانی خطہ

صوبہ خیبر پختونخوا کا میدانی خطہ زیادہ تر پشاور، بنوں، لکی مروت، ڈی آئی خاں اور مردان کے علاقوں پر مشتمل ہے۔ پشاور کے میدانی خطے کو وارسک ڈیم سے نہریں نکال کر سیراب کیا گیا ہے۔ مردان کے خطے کو دریائے سندھ سے نکلنے والی پہور ہائی لیول کینال اور بنوں و لکی مروت کے علاقے کو دریائے کرم سے نکالی جانے والی نہر سیراب کرتی ہے جبکہ ڈی آئی خاں کو چشمہ رائیٹ بینک کینال سیراب کرتی ہے۔

صوبہ بلوچستان ایک خشک خطہ ہے جس کا زیادہ تر میدانی علاقہ گدو بیراج سے نکالی جانے والی انہار سے سیراب ہوتا ہے۔ نہری پانی کی کمی ہے جسے ٹیوب ویلوں یا دوسرے ذرائع سے پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ صوبہ خیبر پختونخوا کے مقابلے میں بلوچستان میں بارش کم ہوتی ہے۔ گندم، تمباکو، گنا، مکئی اور چاول یہاں کی اہم فصلیں ہیں۔

2۔ صحرائی خطہ

ایسا علاقہ جہاں سالانہ بارش 10 انچ سے کم ہو صحرا کہلاتا ہے۔ پاکستان کا جنوب مشرقی حصہ ریگستانی خصوصیات کا حامل ہے اور ایک وسیع و عریض رقبے پر محیط ہے۔

صحرائی علاقے کا ایک منظر

پنجاب میں یہ علاقہ بہاولنگر سے شروع ہو کر بہاولپور اور رحیم یار خاں تک پھیلا ہوا ہے اور سندھ میں سکھر، خیر پور، سانگھڑ، میر پور خاص اور تھر پارکر کے اضلاع پر مشتمل ہے۔ اس صحرا کو پنجاب میں چولستان یا روہی جبکہ سندھ میں تھر اور نارا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

یہاں صحرائی نباتات ملتی ہیں۔ لوگوں کا زیادہ تر پیشہ بھیڑ بکریاں اور اونٹ پالنا ہے۔ بارش کم ہوتی ہے اس لیے پانی یہاں کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ عام طور پر بارش کے پانی کو تالابوں میں جمع کر کے پینے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ کچھ علاقوں کو نہروں سے بھی سیراب کیا جاتا ہے۔

پاکستان کا دوسرا ریگستان تھل ہے جو دریائے جہلم اور دریائے سندھ کے درمیان واقع ہے۔ یہ ریگستان میانوالی، لیہ، بھکر، خوشاب اور مظفر گڑھ کے اضلاع پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کے کچھ حصوں کو دریائے سندھ سے نہریں نکال کر سیراب کیا گیا ہے۔ نہروں کے علاوہ ٹیوب ویلوں سے بھی آبپاشی کی جاتی ہے۔ کہیں کہیں بارانی کاشت بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔

پاکستان کا تیسرا ریگستان ''خاران'' صوبہ بلوچستان میں واقع ہے۔ اس ریگستان میں ضلع چاغی کا بھی کچھ علاقہ شامل ہے۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ تر بے آب و گیاہ ہے۔ آبادی بہت کم ہے، پانی کے لیے لوگوں کو میلوں سفر کرنا پڑتا ہے۔ یہاں کے لوگوں کا زیادہ تر دارومدار بارشوں پر ہوتا ہے۔ لوگ پرانے رسم و رواج سے وابستہ ہیں۔ خواندگی نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ علاقہ پاکستان کا پسماندہ ترین اور معاشی طور پر خستہ حال علاقوں میں سے ایک ہے۔ زیادہ تر لوگ بھیڑ بکریاں اور اونٹ پالتے ہیں۔

3۔ ساحلی خطہ

پاکستان کی ساحلی پٹی صوبہ سندھ میں بھارت کی سرحد سے شروع ہو کر مغرب میں ایران تک پھیلی ہوئی ہے۔

یہ ساحلی میدان اہم بندرگاہوں پر مشتمل ہے۔ کراچی سب سے بڑی اور صدیوں پرانی بندرگاہ ہے۔ دوسری بندرگاہوں میں پورٹ قاسم اور گوادر وغیرہ شامل ہیں۔

ساحلی خطے کا ایک منظر

حکومت نے کراچی کو گوادر سے ملانے کے لیے کوسٹل ہائی وے تعمیر کی ہے جو کہ علاقے کی تجارتی سرگرمیوں کے لیے بہت مفید ثابت ہو رہی ہے۔

ساحلِ مکران میں بارش زیادہ تر سردیوں میں ہوتی ہے۔ پورا سال موسم خشک اور معتدل رہتا ہے۔ صوبہ سندھ کے ساحلی علاقہ میں ہوا میں کافی نمی رہتی ہے جبکہ بارش کی صورتِ حال غیر یقینی ہوتی ہے۔ دریائے سندھ کے ڈیلٹا کے مشرق کی جانب مینگرو و (Mangrove) کے جنگلات پائے جاتے ہیں جو مچھلی کی افزائش اور سمندری لہروں سے بچاؤ کے لحاظ سے بہت اہم ہیں۔ لوگوں کا بڑا پیشہ ماہی گیری ہے۔

4۔ مرطوب اور نیم مرطوب پہاڑی خطہ

مرطوب پہاڑی علاقہ

وسطی ہمالیہ کے مرطوب خطے میں ہزارہ، مانسہرہ، ایبٹ آباد اور مری کا علاقہ شامل ہے جو پاکستان کا سب سے مرطوب خطہ ہے یہاں بارش سردیوں اور گرمیوں دونوں موسموں میں ہوتی ہے۔ سب سے زیادہ بارش مون سون کی ہواؤں کی بدولت ہوتی ہے۔ گرمیوں کا موسم بڑا خوشگوار ہوتا ہے جون میں یہاں کا اوسط درجہ حرارت 26 ڈگری سنٹی گریڈ تک رہتا ہے۔

نیم مرطوب پہاڑی علاقہ

اس خطے میں کوہِ ہمالیہ کے شمالی اور عقبی علاقے شامل ہیں۔ بارشیں بہت زیادہ نہیں ہوتیں۔ سب سے زیادہ بارش وادیٔ کشمیر میں ہوتی ہے۔ زیادہ تر بارش فروری سے اکتوبر کے مہینوں میں ہوتی ہے۔ اس خطے میں درج ذیل علاقے شامل ہیں۔

(i) وادیٔ کشمیر (ii) وادیٔ چترال (iii) وادیٔ سوات (iv) کوہاٹ

5۔ خشک اور نیم خشک پہاڑی خطہ

خشک پہاڑی خطہ

اس علاقے میں صوبہ بلوچستان میں مکران، لسبیلہ، قلات کی چھوٹی پہاڑیاں، چاغی اور خاران کے ریگستانی علاقے، شمالی علاقہ جات (سکردو، چترال، گلگت وغیرہ)، صوبہ خیبر پختونخوا کے جنوب مغربی اضلاع ڈی آئی خاں، ٹانک، بنوں، کرک اور کوہاٹ وغیرہ شامل ہیں۔

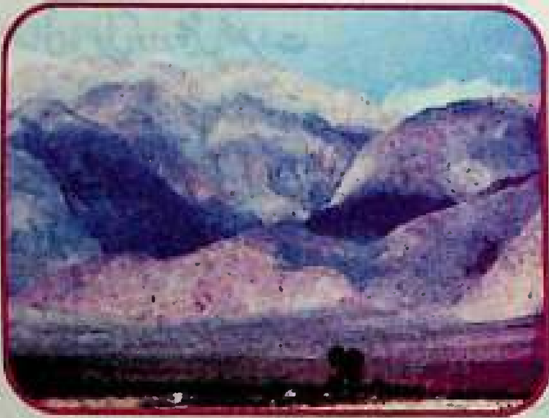

خشک پہاڑ

سالانہ بارش 12 انچ سے کم ہوتی ہے۔ بعض علاقوں میں گرمیوں میں درجہ حرارت 47 ڈگری سینٹی گریڈ تک پہنچ جاتا ہے جبکہ موسمِ سرما کافی شدید ہوتا ہے۔ موسم کی شدت کے پیشِ نظر یہ علاقہ جنگلات سے محروم ہے۔ جہاں پانی دستیاب ہے وہاں پھلوں کے باغات اور فصلیں کاشت کی جاتی ہیں۔

نیم خشک پہاڑ

کوہِ نمک، کالا چٹا پہاڑ، کوہِ سلیمان اور کوہِ کیر تھر کے پہاڑی سلسلوں پر مشتمل ہے۔ یہاں سالانہ بارش کی مقدار 12 سے 15 انچ تک ہے، موسمِ گرما گرم اور طویل ہوتا ہے۔ یہ علاقہ پھلوں خاص طور پر بادام، سیب، انار

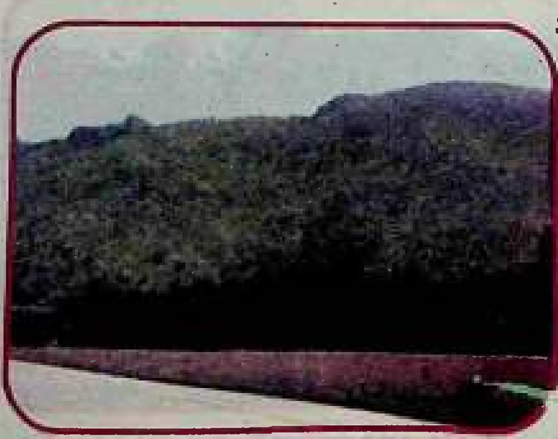

نیم خشک پہاڑ

اور خوبانی کے باغات کی وجہ سے مشہور ہے۔

گنا، چاول، گندم، مکئی، جوار، چنا، مونگ پھلی اور دالیں یہاں کی اہم فصلیں ہیں۔

بڑے ماحولیاتی خطرات اور اُن کا حل

(Major Environmental Hazards and Their Remedies)

ماحول

ہمارے اِردگرد موجود تمام عوامل اور اشیا جو ہم پر براہِ راست اثر انداز ہوں ماحول کہلاتی ہیں۔ اس میں زمین کے طبعی خدوخال، آب و ہوا، مٹی، نباتات اور دیگر عوامل شامل ہیں۔ انسان کی معاشی، سیاسی، سماجی، مذہبی، اقتصادی اور دیگر جملہ سرگرمیاں جو وہ کسی مخصوص علاقے میں سرانجام دیتا ہے، اس کے ماحول کے زیرِ اثر رہتی ہیں۔

انسانی ماحول کو درپیش خطرات

تیزی سے بڑھتی ہوئی ملکی آبادی بے شمار مسائل کو جنم دیتی ہے۔ ہمیں اگر ایک طرف غذائی خودکفالت کے حصول کا مسئلہ درپیش ہے تو دوسری طرف تیزی سے کم ہوتے ہوئے زرعی وسائل بالخصوص پانی کی کمی کے مسئلے کا سامنا ہے جس سے مرغزار، ریگزار بنتے جا رہے ہیں۔ ہمیں ان سب خطرات کو سمجھنا ہوگا اور اُن کا جائزہ لینا ہوگا تاکہ ان کے تدارک کے لیے کوئی موزوں اور مناسب حل تلاش کیا جا سکے۔

اس وقت ہمارے ماحول کو درج ذیل بڑے خطرات کا سامنا ہے۔

1۔ سیم و تھور 2۔ جنگلات کا ختم ہونا

3۔ زمین کا صحرا میں تبدیل ہو جانا 4۔ ماحولیاتی آلودگی کا بڑھنا

1۔ سیم و تھور (Water Logging and Salinity)

سیم و تھور سے متاثرہ زمین

سیم زیرِ زمین پانی کی زیادتی اور تھور پانی کی کمی کی وجہ سے جنم لیتا ہے۔ اس وقت پاکستان کا قریباً 2 کروڑ ایکڑ رقبہ سیم و تھور کا شکار ہے۔ اس سے نہ صرف زمین کی زرخیزی متاثر ہو رہی ہے اور فصلوں سے مطلوبہ پیداوار حاصل نہیں ہو رہی بلکہ ماحولیاتی آلودگی میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔

سیم وتھور کی بڑی وجوہات درج ذیل ہیں۔

i۔ نہروں سے پانی کا رساؤ

ii۔ ناہموار کھیت

iii۔ آبپاشی کے قدیم اور روایتی طریقے

iv۔ ایک جیسی فصلوں کی مستقل کاشت

حکومتِ پاکستان نے سیم وتھور کے مسائل پر قابو پانے کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات کیے ہیں۔

1- ٹیوب ویلوں کی تنصیب جس سے زیرزمین پانی کی سطح کم ہوجاتی ہے اور حاصل شدہ پانی کے استعمال سے تھور میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔

2- نہروں اور کھالوں کی پختگی تاکہ پانی کا زیرِ زمین رساؤ نہ ہوسکے۔

3- کھیتوں میں مناسب نکاسیٔ آب کا انتظام۔

4- پانی اور مٹی کے تجزیے کے لیے لیبارٹریوں کا قیام۔

5- کاشتکاروں کی تربیت ومشاورت۔

2۔ جنگلات کا ختم ہونا (Deforestation)

کسی بھی ملک میں معتدل آب وہوا کے لیے اس کے کل رقبے کا 20 سے 25 فیصد حصہ جنگلات پر مشتمل ہونا ضروری ہے لیکن ہمارے ملک میں صرف 5 فیصد رقبے پر جنگلات ہیں اور ایک عرصے سے جنگلات کی شرح میں اضافہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ جنگلات میں کمی کی بہت سی وجوہات میں سے چند اہم درج ذیل ہیں۔

جنگلات کو کاٹنے کے بعد کا منظر

1- درختوں کا ضرورت سے زیادہ کٹاؤ 2- آبادی میں اضافے کی وجہ سے لکڑی کی ضروریات میں اضافہ
3- سیم اور تھور میں اضافہ 4- درختوں کی بیماریاں 5- بارشوں میں کمی
6- جنگلات میں لگنے والی آگ 7- ماحولیاتی آلودگی 8- دریائی پانی کی کمی

جنگلات کی کمی درج ذیل مسائل کو جنم دیتی ہے۔

(i) حکومت کی آمدنی میں کمی
(ii) زمین کے کٹاؤ میں اضافہ
(iii) موسمیاتی تبدیلیاں
(iv) ڈیموں میں ریت اور گار بھر جانے سے ان کی پانی جمع کرنے کی صلاحیت میں کمی
(v) جنگلی حیات میں کمی
(vi) ماحولیاتی حُسن میں تنزلی
(vii) ماحولیاتی آلودگی میں اضافہ

حکومتی اقدامات

حکومتِ پاکستان جنگلات کے رقبے میں اضافے کے لیے بڑی کوشاں ہے اور ہر سال بہت سے اقدامات کرتی ہے جس میں سے چند ایک یہ ہیں۔

1- سال میں دو بار سرکاری سطح پر شجرکاری مہم چلائی جاتی ہے۔
2- حکومت مختلف اقسام کے بیج درآمد کرتی ہے اور نرسری اُگا کر عوام کو فراہم کرتی ہے تاکہ لوگوں میں درخت اُگانے کا رجحان پیدا کیا جا سکے۔
3- ذرائع ابلاغ پر اشتہاری مہم کے ذریعے عوام میں جنگلات کی شرح میں اضافے کا شعور پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

حکومت کے ان اقدامات سے جنگلات کے زیرِ کاشت رقبے میں بہتری کی توقع کی جا سکتی ہے لیکن شجرکاری مہم کو زیادہ مؤثر بنانے کے لیے اس کا دائرہ کار سکولوں اور کالجوں کی سطح تک بڑھانا چاہیے نیز درختوں کی چوری روکنے کے لیے سخت قانون سازی بھی کافی مددگار ہو سکتی ہے۔

3۔ زمین کا صحرا میں تبدیل ہو جانا (Desertification)

اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو زرخیز زمین کی دولت سے نوازا ہے لیکن یہ سونا اُگلنے والی زمین صحرا میں تبدیل ہو رہی ہے۔ اس کی چند اہم وجوہات درج ذیل ہیں۔

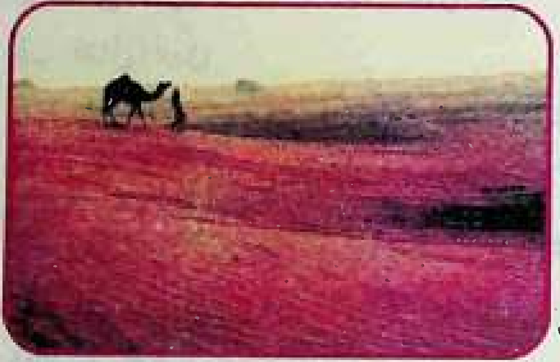

زمین کا صحرا میں تبدیل ہونے کے بعد کا منظر

1- زمین کے کسی ایک ٹکڑے پر بار بار فصلوں کو اُگانے سے اُس کی زرخیزی کم ہو جاتی ہے جس سے زمین بنجر ہو کر صحرا میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

2- کھیتوں میں مویشیوں کے زیادہ چرنے سے نباتات جڑوں سے اکھڑ جاتے ہیں جس سے زمین صحرا میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

3- کاشت کے ناقص طریقوں کا استعمال، جنگلات کا کاٹنا اور تیزی سے بڑھتا ہوا زمینی کٹاؤ بھی زمین کو صحرا میں تبدیل کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

4- سیم و تھور اور تیزی سے بڑھتی ہوئی انسانی آبادی بھی قدرتی زمین کو صحرا میں تبدیل کرنے کا باعث ہیں۔

5- جنگلات کو کاٹ کر عمارتیں، کارخانے اور سڑکیں بنانے سے قدرتی زمین ختم ہو جاتی ہے۔

6- قدرتی زمین کی مناسب دیکھ بھال نہ ہونے سے بھی زمین صحرا میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

4۔ ماحولیاتی آلودگی اور اس کی اقسام (Environmental Pollution and its Types)

آلودگی

صاف ستھرے ماحول میں ایسے مُضرِ اجزا کا شامل ہو جانا جو اس کی قدرتی حالت کو تبدیل کر دیں آلودگی کہلاتا ہے۔ صاف ستھرا ماحول تمام جانداروں کی صحیح نشوونما کے لیے ناگزیر ہے۔ جیسے جیسے انسانی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے اسی تناسب سے اس کی ضروریاتِ زندگی بڑھتی جا رہی ہیں جس سے ماحولیاتی آلودگی جیسے مسائل جنم لے رہے ہیں۔

ماحولیاتی آلودگی کی اقسام

فضائی آلودگی

i۔ فضائی آلودگی ii۔ آبی آلودگی

iii۔ زمینی آلودگی iv۔ شور کی آلودگی

i۔ فضائی آلودگی

صاف ہوا کرۂ ارض پر بسنے والی جملہ مخلوق کے علاوہ نباتات کے لیے بھی اشد ضروری ہے لیکن موجودہ دور میں صاف ہوا کا حصول دن بدن مشکل تر ہوتا جا رہا ہے۔ فضائی آلودگی کی چند اہم وجوہات درج ذیل ہیں۔

(الف) دھواں

اس میں فیکٹریوں، گھروں، ٹرانسپورٹ، اینٹوں کے بھٹوں، آگ اور سگریٹ وغیرہ کا دھواں شامل ہے۔

(ب) خطرناک گیسیں

اس میں فصلوں کی کھادوں اور کیڑے مار ادویات سے لے کر گھروں میں کی جانے والی سپرے، فیکٹریوں سے نکلنے والی گیسیں اور گاڑیوں سے نکلنے والی مُضرِ صحت گیسیں شامل ہیں۔

(ج) گرد

اس میں آندھی اور گرد باد کے علاوہ اڑتی ہوئی مٹی کے ذرّات وغیرہ شامل ہیں۔

فضائی آلودگی کے اثرات

زمین کا درجہ حرارت بڑھ رہا ہے اور ایسی موسمیاتی تبدیلیوں کے رونما ہونے کا ڈر ہے جس سے انسانوں، جانوروں اور فصلوں پر انتہائی مضر اثرات مرتّب ہو سکتے ہیں۔

ii۔ آبی آلودگی

آبی آلودگی

ہوا کی طرح پانی بھی زندگی کے لیے لازم ہے۔ اگرچہ کرۂ ارض کا تین چوتھائی حصہ پانی سے ڈھکا ہوا ہے لیکن ایک اندازے کے مطابق اس میں سے صرف تین فیصد پانی انسانی استعمال کے لیے دستیاب ہے۔ یہ پانی بھی دن بدن خراب ہوتا جا رہا ہے۔

جس کی چند اہم وجوہات درج ذیل ہیں۔

1- گھروں اور انڈسٹری کا استعمال شدہ آلودہ پانی دریاؤں اور نہروں میں ڈالا جاتا ہے جو کہ فصلوں کے علاوہ آبی حیات کے لیے بھی تباہ کن ہے۔

2- سیورج سسٹم کے ذریعے گھروں کا آلودہ پانی زیرِ زمین جذب ہو کر صاف پانی کو خراب کر رہا ہے۔

3- نالیوں کا پانی دریاؤں اور نہروں میں شامل ہو کر اسے خراب کر رہا ہے۔

4- فصلوں پر سپرے کی جانے والی زہریلی دوائیاں زمین جذب ہو کر زیرِ زمین پانی کو آلودہ کر رہی ہیں۔

5- زراعت کے لیے استعمال کی جانے والی مختلف قسم کی کھادیں زیرِ زمین پانی میں شامل ہو کر اسے خراب کر رہی ہیں۔

آبی آلودگی کے اثرات

آبی آلودگی کے باعث بیماریوں میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ ہیضہ، ہیپاٹائٹس، ٹائیفائیڈ، جلد اور آشوبِ چشم کے علاوہ ایسی ہی بہت سی دوسری بیماریوں کی وجہ سے مریضوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ آبی آلودگی انسانوں کے ساتھ ساتھ آبی مخلوق کے لیے بھی خطرناک ہے جس سے ماہی گیری کے شعبے سے وابستہ افراد کی آمدنی متاثر ہونے کا ڈر ہے۔

iii- زمینی آلودگی

اس آلودگی کی بڑی بڑی وجوہات درج ذیل ہیں۔

1- گھریلو اور فیکٹریوں کے استعمال شدہ پانی کا پھیل جانا۔

2- فصلوں پر سپرے اور کھاد کا استعمال۔

3- قدرتی آفات جیسے زلزلے، سیلاب وغیرہ۔

4- سیم و تھور۔

5- گھریلو اور صنعتی کوڑا کرکٹ کا جمع ہو جانا۔

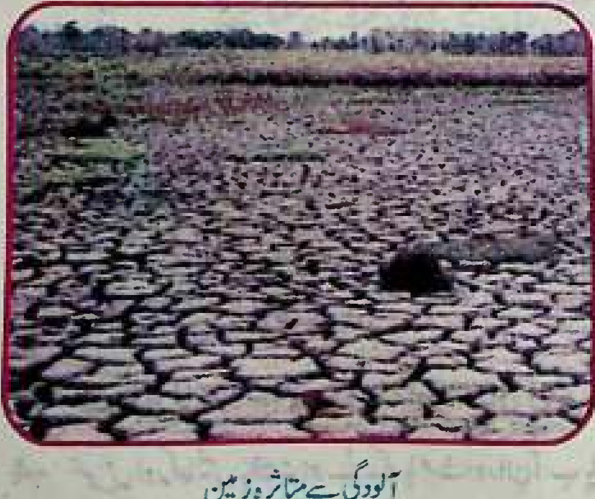

آلودگی سے متاثرہ زمین

زمینی آلودگی کے اثرات

زمینی آلودگی سے خوراک کی قلت کا شدید خطرہ ہو سکتا ہے۔ تیزی سے بڑھتی ہوئی زمینی آلودگی فصلوں، جنگلات اور جنگلی مخلوق کے لیے بڑی نقصان دہ ہے۔

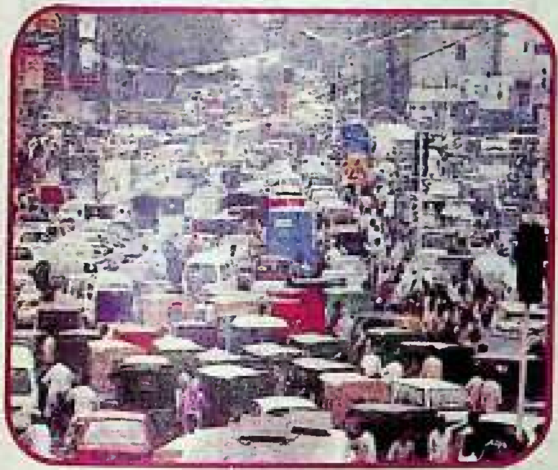

شور کی آلودگی

iv۔ شور کی آلودگی

غیر ضروری اور ناخوشگوار آواز شور کہلاتی ہے۔ بسوں، ویگنوں، کاروں، رکشاؤں، جہازوں، ریل گاڑیوں، ڈھول ڈرموں، پھیری والوں، لاؤڈ سپیکروں، مختلف قسم کے ہارنوں، مشینوں اور دیگر مختلف اقسام کا ایسا ہی شور روز بروز ماحول کی آلودگی میں اضافہ کر رہا ہے۔ یہ آلودگی دیہاتوں کی نسبت شہروں میں زیادہ پائی جاتی ہے۔

شور کی آلودگی کے اثرات

شور ہمارے سننے، سوچنے اور کام کرنے کی صلاحیت کو متاثر کرتا ہے۔ شور کی آلودگی سے انسانی صحت پر بہت بُرے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں مثلاً ہائی بلڈ پریشر، بے چینی، چڑچڑا پن اور سر درد وغیرہ۔

پانی، زمین، نباتات اور جنگلی حیات کو درپیش مشکلات

(i) پانی

1- پانی کے بے دریغ استعمال سے زیرِ زمین پانی کے ذخائر میں کمی ہو رہی ہے جس سے مستقبل میں پانی کی عدم دستیابی جیسے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔

2- آب پاشی اور فصلوں کی کاشت کے روائتی اور پرانے طریقوں سے پانی کا ضیاع ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں کاشتکاروں کی تربیت ضروری ہے۔

3- نئے آبی ذخائر (ڈیم وغیرہ) کی عدم تعمیر سے پانی کی شدید کمی ہو رہی ہے۔

4- نہریں اور کھالیں پختہ نہ ہونے کے باعث دورانِ آب پاشی کافی مقدار میں پانی ضائع ہو جاتا ہے۔

5- کافی مقدار میں پانی سمندر کی نذر ہو کر ضائع ہو رہا ہے کیونکہ ہمارے پاس پانی کو ذخیرہ کرنے کا مناسب انتظام

نہیں ہے۔

(ii) زمین

1- ہمارے ملک کی آبادی میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے جبکہ زیرِ کاشت رقبے میں کمی ہو رہی ہے۔

2- سیم وتھور کی وجہ سے ہماری زمین کی زرخیزی بُری طرح متاثر ہو رہی ہے۔

3- زمین کو پرانے اور روائتی طریقوں سے کاشت کیا جا رہا ہے جس سے فصل کی اوسط میں اضافہ ممکن نہیں۔

4- زمین پر بار بار ایک جیسی فصلیں اُگانے سے زمین کی زرخیزی کم ہو رہی ہے۔

5- صنعتی اور گھریلو استعمال شدہ مواد ہماری زمین کی صلاحیتوں کو متاثر کر رہا ہے۔

(iii) نباتات

1- درختوں کے غیر ضروری کٹاؤ سے جنگلات میں کمی ہو رہی ہے۔

2- بارشوں کی کمی سے جنگلات کے اُگاؤ کے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔

3- سیم وتھور کے اضافے سے جنگلات ختم ہو رہے ہیں۔

4- درختوں کی بیماریاں بھی جنگلات میں کمی کا سبب ہیں۔

5- ماحولیاتی آلودگی سے جنگلات پر بُرے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

(iv) جنگلی حیات

1- غیر قانونی طور پر جنگلی جانوروں اور پرندوں کا شکار جنگلی حیات میں کمی کا باعث بن سکتا ہے۔

2- پانی کے تیزی سے کم ہوتے ہوئے وسائل جنگلی حیات کو متاثر کر رہے ہیں۔

3- جنگلات کے کٹاؤ سے بھی جنگلی حیات متاثر ہو رہی ہے۔

4- انسانی آبادی میں تیزی سے اضافے سے جنگلی حیات پر بُرے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

5- پالتو جانوروں کی تعداد میں اضافے سے چراگاہیں کم ہو رہی ہیں جس سے جنگلی حیات متاثر ہو رہی ہے۔

مشقی سوالات

(حصہ اوّل)

1- ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے۔

☆ کوہستان ہندوکش کی بلند ترین چوٹی ہے؟

(الف) ملکہ پربت (ب) ترچ میر
(ج) نانگا پربت (د) ایورسٹ

☆ پاکستان کے جنوبی علاقے میں کون سا پہاڑی سلسلہ ہے؟

(الف) ہمالیہ (ب) کوہِ قراقرم
(ج) کوہِ کیرتھر (د) کوہِ سفید

☆ پاکستان کا کل رقبہ کتنا ہے؟

(الف) 696095 مربع کلومیٹر (ب) 795095 مربع کلومیٹر
(ج) 796096 مربع کلومیٹر (د) 896096 مربع کلومیٹر

☆ پاکستان کے جنوب میں کون سا سمندر واقع ہے؟

(الف) خلیج بنگال (ب) بحیرۂ عرب
(ج) خلیج فارس (د) بحیرۂ قلزم

☆ پاکستان کے کتنے فیصد رقبے پر جنگلات ہیں؟

(الف) 0.5 (ب) 5
(ج) 15 (د) 25

☆ پاکستان اور چین کی سرحد کے ساتھ کون سا پہاڑی سلسلہ ہے؟

(الف) کوہِ ہمالیہ (ب) شوالک
(ج) کوہِ قراقرم (د) کوہِ ہندوکش

☆ شاہراہِ ریشم کس درّے سے پاکستان کو چین سے ملاتی ہے؟

(الف) درّہ خنجراب (ب) درّہ خیبر
(ج) درّہ ٹوچی (د) درّہ گومل

☆ پاکستان کا قومی جانور ہے؟

(الف) چکور (ب) مارخور

(ج) ہرن (د) شیر

2- کالم (الف) کو کالم (ب) سے اس طرح ملائیں کہ مفہوم واضح ہو جائے۔

کالم الف	کالم ب
ڈیورنڈ لائن	دریا
کاریز	گلیشیر
بیافو	بیراج
ٹوچی	پاک افغان سرحد
کوٹڑی	زمین دوز نالیاں

3- خالی جگہ پُر کریں۔

☆ پاکستان کے شمالی پہاڑوں کی وجہ سے پاکستان کی شمالی __________ کافی حد تک محفوظ ہے۔

☆ پاکستان کے جنوب میں __________ واقع ہے۔

☆ آب و ہوا کے لحاظ سے پاکستان کو __________ خطوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

☆ دریائے سندھ __________ کے مقام پر پاکستان میں داخل ہوتا ہے۔

☆ پنجاب کا میدانی خطہ پوٹھوار کے علاقہ سے شروع ہو کر __________ تک پھیلا ہوا ہے۔

☆ ایسا علاقہ جہاں سالانہ بارش __________ انچ سے کم ہو صحرا کہلاتا ہے۔

☆ ہمارے ملک کے __________ فیصد رقبے پر جنگلات ہیں۔

☆ شور کی آلودگی __________ علاقوں میں زیادہ پائی جاتی ہے۔

☆ شاہراہِ ریشم __________ کے پہاڑی سلسلے میں واقع ہے۔

☆ خاران کا ریگستان صوبہ __________ میں واقع ہے۔

(حصہ دوم)

4- مختصر جوابات دیں۔

☆ جنگلات کی کمی کی پانچ وجوہات لکھیے۔

☆ پاکستان کا محلِ وقوع بیان کیجیے۔

☆ زمینی آلودگی کی پانچ وجوہات بیان کیجیے۔

☆ درّہ ٹوچی اور درّہ گومل کس پہاڑی سلسلے میں واقع ہیں؟

☆ ماحولیاتی آلودگی کی اقسام تحریر کیجیے۔

☆ پاکستان میں واقع پانچ بڑے گلیشیرز کے نام لکھیے۔

☆ اس وقت ہمارے ماحول کو کون کون سے خطرات درپیش ہیں؟

☆ زمینی آلودگی میں کمی کے لیے پانچ اقدامات بیان کیجیے۔

☆ ہمالیہ کبیر کے پہاڑی سلسلے کی مشہور چوٹی کون سی ہے؟

☆ پاکستان کے پانچ اہم قدرتی خطوں کے نام لکھیے۔

☆ پاکستان کے لیے افغانستان اور وسطی ایشیائی ممالک کی اہمیت بیان کیجیے۔

☆ جنگلات کی بہتری کے لیے حکومت کون کون سے اقدامات کر رہی ہے؟

☆ ٹوبا کاکڑ کا پہاڑی سلسلہ کہاں واقع ہے؟

تفصیل سے جوابات دیجیے۔

5- پاکستان کے محل وقوع کی اہمیت بیان کیجیے۔

6- پاکستان کے پہاڑی سلسلوں کا حال بیان کیجیے؟

7- درج ذیل پر نوٹ لکھیے۔

(الف) سطح مرتفع (ب) میدان

-8 آب وہوا کے لحاظ سے پاکستان کو کتنے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے؟ ہر حصے کی تفصیل بیان کیجیے۔

-9 آب وہوا انسانی زندگی پر کیسے اثر انداز ہوتی ہے؟ وضاحت کیجیے۔

-10 دریاؤں کے نظام سے کیا مراد ہے؟ تفصیلاً نوٹ لکھیے۔

-11 پاکستان کے میدانی خطے کی اہمیت بیان کیجیے۔

-12 جنگلات کی اہمیت بیان کیجیے۔

-13 پاکستان میں کون کون سی جنگلی حیات پائی جاتی ہیں اور اسے کیا خطرات درپیش ہیں؟

-14 ملک کو درپیش ماحولیاتی خطرات بیان کریں اور ماحولیاتی آلودگی کی اقسام پر نوٹ لکھیے۔

-15 درجہ حرارت کے لحاظ سے پاکستان کو کتنے علاقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے؟ وضاحت کیجیے۔

-16 پانی، زمین، نباتات اور جنگلی حیات کو بچانے میں درپیش مشکلات کی نشاندہی کیجیے۔

عملی کام

☆ طلبہ کی مدد سے سکول کی گراؤنڈ میں شجر کاری کیجیے۔

☆ طلبہ کو چڑیا گھر کی سیر کروائی جائے تاکہ وہ جنگلی حیات کے بارے میں بہتر طور پر سمجھ سکیں۔

باب چہارم

تاریخ پاکستان (حصہ اول)

History of Pakistan (Part - I)

تدریسی مقاصد:

اس باب کے مطالعہ کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- پاکستان کو درپیش ابتدائی مشکلات کی نشاندہی کر سکیں۔
- پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے قائداعظمؒ اور پاکستان کے پہلے وزیراعظم کی حیثیت سے لیاقت علی خاں کے کردار کو بیان کر سکیں۔
- 1956ء اور 1962ء کے آئین کے اہم خدوخال سے آگاہی حاصل کر سکیں۔
- ایوب خاں کے دور میں رُونما ہونے والے اہم واقعات کی وضاحت کر سکیں۔
- یحییٰ خاں کے دور کے حالات کو سمجھ سکیں۔
- مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے اسباب کا جائزہ لے سکیں۔

ریاست کا استحکام اور آئین کی تیاری 1947-58ء

(Consolidation of the State and Search for a Constitution 1947-58)

قائداعظمؒ گورنر جنرل کا حلف اٹھاتے ہوئے

حصولِ آزادی کے قریب پاکستان کی آئین ساز اسمبلی نے 11 اگست، 1947ء کو قائداعظمؒ کو اپنا صدر منتخب کر لیا۔ آپؒ نے چیف جسٹس سر عبدالرشید کے سامنے گورنر جنرل کے عہدے کا حلف اٹھایا۔ آغاز میں یہ اسمبلی 69 ارکان پر مشتمل تھی، بعد میں تعداد 79 ہو گئی۔ مولوی تمیز الدین اسمبلی کے پہلے سپیکر تھے۔ پہلے آئین کی تیاری تک 1935ء کا ایکٹ ہی چند ترامیم کے بعد عبوری آئین کے طور پر اختیار کیا گیا۔ اس آئین کے تحت وفاقی نظام رائج کیا گیا۔ عبوری

آئین کے تحت اس نئی آئین ساز اسمبلی کا اجلاس بلایا گیا جو آئین ساز اسمبلی کے ساتھ مرکزی پارلیمنٹ بھی تھی۔

پاکستان کی ابتدائی مشکلات (Early Problems of Pakistan)

1- ریڈکلف کی غیر منصفانہ تقسیم

گورداسپور کے علاقے کو بھارت میں شامل کرنے سے ریاست جموں و کشمیر تک کا راستہ بھارت کو دے دیا گیا۔

3 جون، 1947ء کے منصوبے کے تحت طے پایا تھا کہ پنجاب اور بنگال کے صوبوں کو مسلم اور غیر مسلم اکثریتی علاقوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ مسلم اکثریتی علاقے پاکستان اور باقی علاقے بھارت کا حصہ بنیں گے۔ علاقوں کی حد بندی کے لیے ایک کمیشن بنانے اور اُس کی ثالثی کو قبول کرنے پر اتفاق رائے ہوا۔ ایک برطانوی ماہر قانون سر ریڈکلف کو یہ ذمہ داری سونپی گئی۔ سر ریڈکلف نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے دباؤ میں آکر غیر منصفانہ تقسیم کی۔ مسلم اکثریت کے بعض تسلیم شدہ علاقوں کو ایک سازش کے تحت بھارت میں شامل کر دیا گیا۔ آبادی کے مطابق طے پانے والے نقشے اور اُس پر کھینچی گئی لکیر کو بدل دیا گیا۔ ریڈکلف نے ناانصافی کرتے ہوئے پاکستان کو بعض اہم علاقوں سے محروم کر دیا۔ ضلع گورداسپور کی تین تحصیلیں گورداسپور، پٹھانکوٹ اور بٹالہ کے علاوہ ضلع فیروز پور کی تحصیل زیرہ اور بعض دوسرے مسلم اکثریت والے علاقے بھارت کے حوالے کر دیے گئے۔ گورداسپور کے علاقے کو بھارت میں شامل کرنے سے بھارت کو ریاست جموں و کشمیر تک رسائی مل گئی۔ سر ریڈکلف کے ایوارڈ نے نہ صرف مسلمانوں کو اُن کے علاقوں اور حقوق سے محروم کر دیا بلکہ دونوں اقوام کے درمیان مسئلہ کشمیر کی صورت میں مخالفت کا ایسا بیج بویا جو آج بھی موجود ہے۔

2- مہاجرین کی آبادکاری

بھارت سے پاکستان کی طرف مسلمانوں کی ہجرت کا ایک منظر

قیامِ پاکستان کے بعد بھارت میں رہنے والے مسلمانوں نے اپنے نئے وطن میں آنے کا فیصلہ کیا۔ لاکھوں خاندان اپنا سب کچھ چھوڑ کر پاکستان کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ بے گھر، لٹے پٹے پریشان حال مسلمان پاکستان آئے تو انہیں عارضی کیمپوں میں رکھا گیا۔

لاکھوں خاندانوں کی پاکستان کی طرف ہجرت

اُن کی خوراک، رہائش، ادویات اور دیگر ضروریات کی فراہمی کے لیے حکومتِ پاکستان نے تیزی سے منصوبہ بندی کی۔ مقامی عوام نے اپنے مسلمان بھائیوں کو خوش آمدید کہا۔ حکومت اور عوام کی مشترکہ کوششوں سے مہاجرین کی ضروریات پوری کی گئیں۔ مہاجرین کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ کیمپوں میں گنجائش نہ رہی۔ لوگوں کو جہاں سر چھپانے کو جگہ ملتی، ڈیرے ڈال دیتے۔ مہاجرین کی بحالی ایک بہت بڑا چیلنج تھا۔ دنیا میں ہجرت کی اتنی بڑی تعداد کا واقعہ کہیں رُونما نہیں ہوا تھا۔

3- انتظامی مشکلات

پاکستان کے علاقوں میں سرکاری ملازمتوں پر فائز غیر مسلم بڑی تعداد میں بھارت چلے گئے۔ دفاتر خالی ہو گئے۔ دفاتر میں فرنیچر، سٹیشنری اور ٹائپ رائٹروں وغیرہ کی کمی تھی۔ اکثر دفاتر نے کھلے آسمان تلے کام کا آغاز کیا۔ ہندو بھارت جاتے ہوئے دفتری ریکارڈ غائب کر گئے جس کی وجہ سے دفاتر میں کام کرنے میں بڑی دشواریاں پیش آئیں۔

ریزرو بینک آف انڈیا

4- اثاثوں کی تقسیم

بھارتی حکمرانوں نے پاکستان اور بھارت میں اثاثوں کی متناسب تقسیم میں بھی ناانصافی سے کام لیا۔ وہ حیلوں، بہانوں سے پاکستان کو اُس کا حصہ دینے سے گریز کرتے رہے۔ انھوں نے پاکستان کی معیشت کو تباہ کرنے کے لیے ہر ممکن حربہ استعمال کیا۔ انھوں نے پاکستان کے حصے کے اثاثے روک لیے۔ متحدہ برصغیر کے ''ریزرو بینک'' میں تقسیم کے وقت چار بلین روپے جمع تھے۔ یہ رقم دونوں ممالک میں بانٹی جانی تھی۔ تناسب کے لحاظ سے پاکستان کا حصہ 750 ملین روپے تھا، بھارت یہ حصہ دینے پر آمادہ

نہیں تھا۔ پاکستان کی طرف سے مسلسل مطالبے اور بین الاقوامی سطح پر اپنی ساکھ قائم رکھنے کی مجبوری کی وجہ سے بھارت نے 700 ملین روپے دیے۔ بقایا 50 ملین روپے ابھی تک بھارت کے ذمے واجب الادا ہیں۔ اس حوالے سے نومبر 1947ء میں دہلی میں دونوں ممالک کے نمائندوں کی میٹنگ بھی ہوئی جس میں معاہدہ ہوا اور دونوں ممالک نے معاہدے کی توثیق بھی کر دی لیکن معاہدے پر عمل درآمد ابھی تک نہیں ہو سکا۔

5- فوج کی تقسیم

افواجِ پاکستان

برصغیر کی تقسیم کے بعد فوجی اثاثوں کو دونوں نئے ممالک میں تناسب کے مطابق تقسیم کرنا بھی ضروری تھا لیکن اس معاملے میں بھی انصاف سے کام نہ لیا گیا۔ بھارت پاکستان کو کمزور رکھنا چاہتا تھا تاکہ وہ بھارت کا حصہ بننے پر مجبور ہو جائے۔ تقسیم سے پہلے متحدہ ہندوستان کا کمانڈر چاہتا تھا کہ افواج کو بانٹا نہ جائے اور انھیں ایک ہی کمانڈ کے ماتحت رکھا جائے۔ مسلم لیگ نے اُس کے مؤقف کو تسلیم نہ کیا اور اصرار کیا کہ فوجی وسائل اور اثاثے دونوں ممالک میں بانٹ دیے جائیں۔ حکومتِ برطانیہ کو یہ مطالبہ ماننا پڑا کہ بھارت اور پاکستان میں تمام فوجی اثاثے بالترتیب 64 فیصد اور 36 فیصد کے تناسب سے تقسیم کر دیے جائیں۔ متحدہ بھارت میں جو اسلحہ ساز فیکٹریاں کام کر رہی تھیں، اُن میں سے ایک بھی ایسی نہیں تھی جسے پاکستان کو ملنے والے علاقوں میں بنایا گیا ہو۔ بھارت اسلحہ ساز فیکٹری تو کیا اس کی مشینری کا کوئی پُرزہ بھی پاکستان منتقل کرنے پر آمادہ نہیں تھا۔ کافی تکرار کے بعد طے پایا کہ اسلحہ ساز فیکٹریوں کے حوالے سے پاکستان کو 60 ملین روپے دیے جائیں گے تاکہ وہ اپنی اسلحہ ساز فیکٹری قائم کر سکے۔ عام فوجی اثاثوں کی تقسیم کا جو فارمولا بھی بنایا گیا حکومتِ ہند نے اُسے مسترد کر دیا جس سے حالات مزید پیچیدہ ہو گئے۔ یُوں پاکستان کو اپنا جائز حصہ لینے سے محروم کر دیا گیا۔

6- دریائی پانی کا مسئلہ

دریائے راوی

تقسیم برصغیر نے دریاؤں کے قدرتی بہاؤ پر اثر ڈالا۔ بین الاقوامی قانون کے مطابق دریا کا قدرتی راستہ برقرار رکھا جاتا ہے اور جن دو یا زیادہ ممالک سے دریا گزرتا ہے وہ اس کے پانی سے مستفید ہوتے ہیں۔ کوئی ملک دریا کا رُخ بدل کر کسی دوسرے ملک کو آبی وسیلہ سے محروم نہیں کر سکتا۔ برصغیر میں اس حوالے سے بھی بحران پیدا ہوا۔ پنجاب اور سندھ کو دریائے سندھ اور اُس کے معاون دریا جہلم، چناب، راوی، ستلج اور بیاس سیراب کرتے آرہے تھے۔ پنجاب دو حصوں میں منقسم ہوا تو دریاؤں کی بھی تقسیم عمل میں آگئی۔ راوی، ستلج اور بیاس بھارت کی سرزمین سے گزر کر پاکستان میں داخل ہوتے ہیں۔ اُس نے اپریل 1948ء میں مغربی پنجاب کو آنے والے پانی کا راستہ روک لیا۔ یہ قدم پنجاب اور سندھ کی معیشت کو تباہ کرنے کے مترادف تھا کیونکہ ان علاقوں میں فصلوں کی آبیاری کا یقینی ذریعہ دریا ہی ہیں۔ ایک بڑی زیادتی ریڈکلف کی سربراہی میں بننے والے حد بندی کمیشن نے کی۔ اُس نے سرحد کا تعین کرتے وقت اکثر ہیڈ ورکس مسلم اکثریتی علاقوں میں ہونے کے باوجود بھارت کے حوالے کر دیے۔ یہ سازش پاکستانی زراعت اور معیشت کی تباہی کا سبب بن سکتی تھی۔ بھارت نے دریائے ستلج پر ڈیم بنانے کا فیصلہ کیا تو پاکستان نے سخت احتجاج کیا اور عالمی برادری کو اپنے مسئلے سے آگاہ کیا گیا۔

عالمی بینک کی مدد سے دونوں ممالک کے مابین 1960ء میں ایک معاہدہ ''سندھ طاس'' طے پایا۔ تین دریاؤں (راوی، ستلج اور بیاس) پر بھارت کا حق مان لیا گیا اور دوسرے تین دریا (سندھ، جہلم اور چناب) پاکستان کو سونپ دیے گئے۔

7- ریاستوں کا تنازعہ

انگریزوں کے دورِ حکومت میں برصغیر میں لگ بھگ چھ سو دیسی ریاستیں تھیں۔ آزادی کے وقت ان ریاستوں کے مستقبل کے بارے میں بھی سوچا جانے لگا۔ کابینہ مشن پلان کے حوالے سے ریاستوں کے حکمرانوں کو کہا گیا کہ وہ مستقبل میں اپنی حیثیت اور مفادات کے تحفظ کے لیے دستور سازی کے عمل میں شریک ہوں۔ حکمرانوں کو کابینہ مشن نے یہ بھی تلقین کی کہ وہ فیصلہ کرتے وقت اپنے عوام کی پسند اور مذہبی رشتوں کا دھیان رکھیں۔ حکومتِ برطانیہ نے 20 فروری، 1947ء کو انڈیا اور انڈین ریاستوں پر اپنا کنٹرول اٹھا لینے کا اعلان کیا۔ اسی اعلان کے تحت ریاستوں نے بھارت یا پاکستان سے وابستہ ہونے کا فیصلہ کرلیا۔ ریاست حیدر آباد دکن، جونا گڑھ، مناوادر اور ریاست جموں و کشمیر کی طرف سے کوئی قدم فوری طور پر نہ اٹھایا گیا۔ ان ریاستوں پر بھارتی افواج نے فوج کشی کر کے قبضہ کرلیا جس سے پاکستان کی مشکلات میں اضافہ ہوا۔

پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے قائداعظمؒ کا کردار

(Quaid-e-Azam's Role as Pakistan's First Governor General)

☆ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے 13 ماہ کام کیا اور 11 ستمبر، 1948ء کو وفات پائی۔ اس مدت میں آپؒ نے اپنی بصیرت اور قائدانہ صلاحیتوں سے اہم قومی معاملات کو سلجھایا جس سے پاکستان اپنے قدموں پر کھڑا ہو سکا۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ بطور گورنر جنرل پاکستان

☆ قائداعظمؒ کی قدآور شخصیت نے آزادی کے بعد پیدا ہونے والی مشکلات کو احسن طریقے سے سلجھایا۔ کانگرس نے پاکستان کے لیے ہر طرح سے مشکلات پیدا کرنے کی کوشش کی جن میں اثاثہ جات کی غیر مساوی تقسیم، مہاجرین کی آبادکاری کا مسئلہ اور ان کے ساتھ ناروا سلوک کے علاوہ انتظامی ریکارڈ کی بروقت نقل و حمل نہ ہونا تھی۔

☆ قائداعظمؒ نے حالات کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے فوری طور پر کراچی کو پاکستان کا دارالخلافہ بنایا۔

☆ آپؒ نے سرکاری ملازمین کو مکمل دیانتداری اور ایمانداری سے کام کرنے کی تلقین کی۔

☆ آپؒ نے ہندوستان سے افسران کی منتقلی کے لیے خاص گاڑیاں چلوائیں۔

☆ ہوائی کمپنی سے معاہدہ کیا جس سے سرکاری ملازمین کی نقل و حمل شروع ہوئی۔

☆ انتظامی ڈھانچے کی بہتری کے لیے چودھری محمد علی کی سرکردگی میں کمیٹی بنائی۔

☆ آپؒ نے سول سروسز کا اجرا کیا اور پاکستان سول سروسز اکیڈمی بنائی۔

☆ آپؒ نے اکاؤنٹس اور فارن سروس کا آغاز بھی کیا۔

☆ بحری و بری افواج کو بہتر حالات میں لانے کے لیے ہیڈکوارٹر بنائے گئے۔

☆ اسلحہ فیکٹری کا قیام بھی آپؒ کے دور میں ہوا۔

☆ جہاں دوسرے مسائل کی طرف قائداعظمؒ نے توجہ دی وہاں خارجہ پالیسی میں بھی کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ہمسایہ ممالک اور دیگر بڑے ممالک کے ساتھ تعلقات کو استوار کیا جو کہ ہماری خارجہ پالیسی کے بنیادی مقاصد میں شامل تھا۔

☆ اقوام متحدہ میں رکنیت کا حاصل ہونا بھی قائداعظمؒ کی مدبرانہ شخصیت کا مرہون منت تھا۔

☆ قیام پاکستان کے وقت جہاں بے شمار مسائل تھے وہاں تعلیم کے میدان میں بھی کامیابی حاصل کرنا ضروری تھا۔ قائداعظمؒ نے اس مسئلے کی طرف خاص توجہ دی۔ آپؒ نے 1947ء میں پہلی تعلیمی کانفرنس منعقد کرائی۔ آپؒ کی نظر میں تعلیم کا مقصد اخلاقیات کی تشکیل تھا۔ آپؒ کی خواہش تھی کہ پاکستان کا ہر شہری قوم کی بے لوث خدمت کرے۔ آپؒ نے نوجوانوں کے لیے سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم کو لازمی قرار دیا۔

☆ قائداعظمؒ کے جسم میں جب تک جان رہی انھوں نے پاکستان کی ہر ممکن خدمت کی۔ خرابی صحت کے باوجود بھی اہم فائلوں کا مطالعہ کرتے تھے۔

☆ اگرچہ قائداعظمؒ کو موذی مرض ٹی۔ بی نے بہت کمزور کر دیا تھا اس کے باوجود آپؒ کے حوصلے پست نہ ہوئے تھے۔

مرض کو فرائض کے آڑے نہ آنے دیا۔ اگر ہم یہ کہیں کہ قائداعظمؒ نے اپنے خون سے پاکستان کی آبیاری کی تو یہ بے جا نہ ہوگا۔

پاکستان کے پہلے وزیراعظم کی حیثیت سے لیاقت علی خان کا کردار

(Liaquat Ali Khan's Role as Pakistan's First Prime Minister)

لیاقت علی خان

پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان 1896ء میں مشرقی پنجاب کے ایک قصبے کرنال میں پیدا ہوئے۔ علی گڑھ کالج سے بی اے اور آکسفورڈ یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے 1923ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ 1936ء میں مسلم لیگ کے جنرل سیکریٹری منتخب ہوئے اور آخری دم تک قائداعظمؒ کے دستِ راست رہے۔ 15 اگست، 1947ء کو پاکستان کے پہلے وزیراعظم بنے۔ 16 اکتوبر، 1951ء کو راولپنڈی میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے آپ کو شہید کر دیا گیا۔

- ☆ پاکستان کے پہلے وزیراعظم کی حیثیت سے لیاقت علی خان نے پنجاب میں مسلمانوں کا قتلِ عام رکوانے کے لیے پنڈت نہرو کے ساتھ سرحدی علاقوں کا دورہ کیا اور انسانی خون بہانے کی مکروہ حرکت سے باز رہنے کی اپیل کی۔
- ☆ پنجاب میں داخل ہونے والے مہاجرین کے سیلاب کو سنبھالنا بہت مشکل مسئلہ تھا۔ قائداعظمؒ کی ہدایت پر آپ نے پنجاب مہاجر کونسل کے چیئرمین کی حیثیت سے مہاجرین کی آبادکاری اور انھیں ضروریاتِ زندگی کی فراہمی کے کام کی نگرانی کی۔
- ☆ انتظامی ڈھانچے کی تشکیل، معاشی زندگی کی بحالی، بجٹ کی تیاری، کشمیر کی جنگ، داخلی انتشار پر کنٹرول اور بھارت کی سازشوں کے خلاف دفاع سمیت تمام درپیش مسائل میں قائداعظمؒ قوم اور حکومت کی راہنمائی کرتے تھے لیکن ان کے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کی ذمہ داری وزیراعظم لیاقت علی خاں پر ہی عائد ہوتی تھی۔
- ☆ قائداعظمؒ کی وفات کے بعد جب قوم کے حوصلے پست ہو رہے تھے اور بھارتی قیادت پاکستان کے خلاف مسلسل سازشیں

کر رہی تھی تو ایسے حالات میں آپ ہی قوم کے ترجمان اور قائد تھے۔ آپ کی اعلیٰ قائدانہ صلاحیتوں کی بنا پر قوم نے آپ کو قائدِ ملت کا خطاب دیا۔

☆ لیاقت علی خان کے عہدِ حکومت میں معاشی ترقی کے لیے بھرپور جدوجہد شروع کی گئی۔ عوام کو پاکستانی مصنوعات کے فروغ کی ترغیب دی گئی۔ ٹیکسٹائل انڈسٹری کی ترقی کے لیے جاپان سے مشینری درآمد کی گئی اور پاکستان انڈسٹریل ڈویلپمنٹ کارپوریشن کا قیام عمل میں لایا گیا۔

☆ آپ نے 1949ء میں اسمبلی سے قراردادِ مقاصد منظور کرائی اور نئے آئین کی تیاری کے سلسلے میں بنیادی اصولوں کی کمیٹی بنائی۔

☆ آپ نے 1950ء میں امریکہ کا دورہ کیا اور اپنی تقاریر میں امریکہ کے عوام اور قائدین کو قیامِ پاکستان کے پس منظر سے آگاہ کیا۔ آپ نے امریکی قیادت کو پاکستان کی دفاعی ضروریات پوری کرنے پر آمادہ کرنے کی بھی بھرپور کوشش کی۔ اس طرح آپ پہلے پاکستانی وزیراعظم تھے جنھوں نے امریکہ میں پاکستان کو روشناس کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔

☆ لیاقت علی خان کی خارجہ پالیسی میں اسلامی ممالک کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم کرنے کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ آپ نے تیل کو قومیانے کے سلسلے میں ڈاکٹر مصدق وزیراعظم ایران کے اقدام کی حمایت کی۔ شاہ ایران نے پاکستان کا دورہ کیا تو دونوں راہنماؤں نے مشترکہ پالیسی اختیار کرنے کے لیے مذاکرات کیے۔ آپ نے مغربی ممالک کی مصر کے خلاف جارحیت کی مذمت اور انڈونیشیا کی آزادی کی تحریک کی حمایت کی۔

☆ قیامِ پاکستان کے بعد بھارت میں ہندو قوم کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف شدید عناد کی وجہ سے ہندو مسلم فسادات معمول بن چکے تھے۔ لیاقت علی خان نے اس مسئلے کو حکومتی سطح پر حل کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں آپ نے 1950ء میں بھارت کا دورہ کیا اور لیاقت نہرو معاہدے پر دستخط کیے۔

☆ 1951ء کے وسط میں جب بھارتی فوجیں پاکستانی سرحد پر جمع ہوئیں تو ملک میں غیر یقینی صورت حال پیدا ہوگئی تھی۔ آپ نے قوم کا حوصلہ بلند کرنے اور اس خطرے سے آگاہ کرنے کے لیے ملک گیر دورہ کیا۔

قراردادِ مقاصد 1949ء

(Objectives Resolution 1949)

12 مارچ، 1949ء کو پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان کی تحریک پر آئین ساز اسمبلی نے قراردادِ مقاصد

منظور کی۔ قراردادِ مقاصد نے پاکستان کی آئین سازی میں نہایت اہم مقام حاصل کیا۔ قرارداد کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

1- اقتدارِ اعلیٰ یا حاکیت (Sovereignty)

اس قرارداد میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی کہ ساری کائنات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور سارا اقتدار اسی کو حاصل ہے۔ اقتدار مسلمانوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور اس اقتدار کو اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر عوام کے منتخب نمائندے استعمال کریں گے۔

2- اسلامی قانون سازی (Islamic Legislation)

پاکستان کا آئین قرآن وسنّت کی روشنی میں ترتیب دیا جائے گا اور یہاں اسلامی اصولوں سے متصادم کوئی قانون سازی نہیں کی جائے گی۔

3- اسلامی اقدار (Islamic Values)

پاکستان میں اسلامی اقدار، جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور معاشرتی انصاف کو فروغ دیا جائے گا اور اسلامی اصولوں پر عمل کیا جائے گا۔

4- اسلامی طرزِ زندگی (Islamic Way of Life)

مسلمانوں کو انفرادی و اجتماعی شعبوں میں اپنی زندگیاں قرآن وسنت کی روشنی میں بسر کرنے کے قابل بنایا جائے گا۔

5- وفاقی طرزِ حکومت (Federal Government)

پاکستان ایک وفاق ہوگا جس میں صوبوں کو آئین کی حدود کے اندر رہتے ہوئے خودمختاری حاصل ہوگی۔

6- بنیادی حقوق (Fundamental Rights)

تمام شہریوں کو بلا امتیاز معاشرتی، معاشی، سیاسی اور مذہبی حقوق حاصل ہوں گے۔ انھیں فکر و اظہار، تنظیم سازی اور آزادیٔ اجتماع میسر ہوگا تاکہ وہ اپنی شخصیتوں کی بہتر نشوونما کر سکیں۔

7- پسماندہ علاقوں کی ترقی (Development of Backward Areas)

پسماندہ علاقوں کو سیاسی، معاشرتی اور معاشی شعبوں میں شرکت اور ترقی کے مساوی مواقع میسر آئیں گے اور ان کے حقوق کو قانونی تحفظ دیا جائے گا۔

8- اقلیتوں کا تحفظ (Protection of Minorities)

پاکستان کے تمام غیر مسلم شہریوں کو مکمل آزادی و تحفظ ملے گا۔ انھیں اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے اور عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی آزادی ہوگی۔

9- عدلیہ کی آزادی (Independence of Judiciary)

عدلیہ آزاد اور خود مختار ہوگی۔ اس پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ہوگا اور وہ انصاف کے تقاضے اپنے اختیارات کے مطابق پورے کرنے کی حامل ہوگی۔

قراردادِ مقاصد کی اہمیت (Importance of Objectives Resolution)

پاکستان کی آئین سازی کی تاریخ میں قراردادِ مقاصد بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس قرارداد کے ذریعے تخلیقِ پاکستان کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے قرآن وسنّت کی روشنی میں ایک اسلامی معاشرے کے قیام کو ملک کا نصب العین قرار دیا گیا اس لیے اس کو پاکستان کے تینوں دساتیر (1956ء، 1962ء، 1973ء) میں افتتاحیہ کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔

ریاستوں اور قبائلی علاقوں کا پاکستان سے الحاق

(Accession of States and Tribal Areas)

دیسی ریاستوں کی بہت بڑی تعداد پاکستان یا بھارت کے علاقوں کے درمیان واقع تھی۔ زیادہ تر ریاستوں نے اپنے فیصلے کر لیے، صرف ریاست جموں وکشمیر، ریاست جونا گڑھ، ریاست حیدرآباد دکن اور ریاست مناوادر کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کیا جاسکا۔ جونا گڑھ اور مناوادر کے والیان نے پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کیا لیکن بھارت نے فوج کشی کر کے ان پر قبضہ کر لیا۔ ریاست حیدرآباد دکن کے والی نظام نے اپنی ریاست کو آزاد حیثیت دینے کا عزم کیا لیکن بھارتی افواج نے حملہ کر کے حیدرآباد دکن کو زبردستی بھارت کا حصہ بنالیا۔

حیدرآباد دکن، جونا گڑھ اور مناوادر میں عوام کی اکثریت غیر مسلم تھی لیکن ریاست جموں وکشمیر کے عوام کی بہت بڑی آبادی مسلمان تھی۔ وہ پاکستان سے وابستہ ہونا چاہتے تھے لیکن ہندو راجہ کی بھارت سے ملی بھگت کی وجہ سے وادیٔ کشمیر میں بھارتی افواج داخل ہوگئیں۔ کشمیر کے عوام نے جنگِ آزادی شروع کر دی۔ بھارتی افواج نے عوامی امنگوں کو کچلنا چاہا لیکن ناکامی ہوئی تو بھارت مسئلہ کشمیر کو اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل میں لے گیا۔ سلامتی کونسل نے جنگ بندی

کروائی۔ بھارتی وزیر اعظم جواہر لعل نہرو نے امن کے قیام کے بعد رائے شماری کرانے کا وعدہ کیا لیکن جب بھارت نے کشمیر کو پوری طرح جکڑ لیا تو رائے شماری کا وعدہ پسِ پشت ڈال دیا۔ 1948ء، 1965ء اور 1971ء میں دونوں ممالک کے درمیان تین جنگیں ہو چکی ہیں لیکن عوام کے حقِ خود ارادیت کو نظر انداز کیا جا رہا ہے اور ریاست جموں و کشمیر کا تنازعہ انصاف کے مطابق ابھی تک حل نہیں ہو سکا۔

قائد اعظمؒ ایک اصول پسند سیاستدان تھے۔ آپؒ نے صرف انھی ریاستوں کو پاکستان میں شامل کیا جنھوں نے اپنی مرضی اور خوشی کے ساتھ پاکستان کے ساتھ الحاق کیا۔ ان ریاستوں میں بہاول پور، خیر پور، خاران اور مکران وغیرہ شامل تھیں۔

قائد اعظمؒ نے قبائلی علاقوں کی خود مختاری اور آزادی کی مکمل پاسداری کرنے کا اعلان کیا۔ انگریز دورِ حکومت میں بھی قبائلی علاقے خود مختار اور آزاد تھے۔ جب قبائلی عمائدین نے اپنی مرضی اور رضا مندی سے اپنی خود مختاری اور آزادی کو برقرار رکھتے ہوئے پاکستان کے ساتھ الحاق کیا تو قائد اعظمؒ نے غیور اور بہادر قبائلی عوام کو پاکستان کی شمال مغربی سرحدوں کے محافظ قرار دیا۔

قیام پاکستان سے صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) میں دیر، سوات اور چترال کی ریاستوں کا الگ وجود قائم رہا۔ وہاں کے عوام کو وہ سہولیات حاصل نہ تھیں جو مغربی پاکستان کے عوام کو حاصل تھیں۔ چنانچہ 1969ء میں جنرل یحییٰ خاں نے ان ریاستوں کی الگ حیثیت کا خاتمہ کر دیا۔ ان تینوں ریاستوں کو ملا کر مالاکنڈ ڈویژن تشکیل دیا گیا اور اس کو صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) کا ایک انتظامی حصہ بنا دیا گیا۔

1956ء کے آئین کے اہم خدوخال

(Salient Features of Constitution of 1956)

پاکستان کے جغرافیائی عوامل آئین سازی میں تاخیر کا سبب بنے کیونکہ ملک دو غیر مساوی حصوں میں منقسم تھا۔ مشرقی پاکستان کی آبادی زیادہ اور ایک وحدت پر مبنی تھی۔ مغربی پاکستان چار صوبوں اور بارہ ریاستوں پر محیط تھا۔ چنانچہ حکومت نے مغربی پاکستان کے تمام صوبوں اور ریاستوں کو ملا کر ایک صوبہ تشکیل دے دیا۔ 14 اکتوبر، 1955ء کو مغربی پاکستان کا نیا صوبہ وجود میں آیا جو بارہ ڈویژن پر مشتمل تھا۔ اس طرح وفاق مغربی اور مشرقی پاکستان پر مشتمل ہو گیا۔ اس سے نمائندگی کے مسئلے میں حائل رکاوٹیں دور ہو گئیں۔ نواب مشتاق احمد گورمانی مغربی پاکستان کے پہلے گورنر اور ڈاکٹر خان صاحب پہلے وزیر اعلیٰ بنے۔ یہ وحدت 1970ء تک قائم رہی۔ وحدتِ مغربی پاکستان کے بعد

آئین سازی کا کام بہت حد تک آسان ہو گیا۔ پہلی آئین ساز اسمبلی کافی کام مکمل کر چکی تھی۔ اس سے استفادہ کرتے ہوئے وزیر اعظم چودھری محمد علی نے دوسری آئین ساز اسمبلی کی نگرانی میں بڑی کاوش اور تن دہی سے ایک ایسا فارمولا تشکیل دیا جس پر تمام سیاسی گروپوں اور صوبوں نے رضامندی کا اظہار کیا۔ نئے آئین کا مسودہ 9 جنوری، 1956ء کو اسمبلی میں پیش کیا گیا جسے گورنر جنرل کی حتمی منظوری کے بعد پاکستان کے پہلے آئین کے طور پر 23 مارچ، 1956ء کو ملک میں نافذ کر دیا گیا۔ اس آئین کے نمایاں خدوخال درج ذیل ہیں۔

1- تحریری آئین (Written Constitution)

1956ء کا آئین مختصر اور تحریری نوعیت کا تھا۔ یہ آئین 234 دفعات، 13 ابواب اور 6 گوشواروں پر مشتمل تھا۔ آئین کے افتتاحیہ میں قرار دادِ مقاصد کو شامل کیا گیا۔

2- لچکدار آئین (Flexible Constitution)

یہ آئین لچکدار نوعیت کا تھا۔ اس میں بدلتے ہوئے حالات کے مطابق تبدیلیوں کی گنجائش تھی۔ قومی اسمبلی کے حاضر ارکان کی دو تہائی اکثریت آئین میں ترمیم کی مجاز تھی جس کی توثیق صدر کرتا تھا۔

3- وفاقی آئین (Federal Constitution)

اس آئین کے تحت پاکستان کو وفاقی ریاست قرار دیا گیا۔ وفاق دو صوبوں مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان پر مشتمل تھا۔ اختیاراتِ حکومت کو مرکز اور صوبوں میں تین فہرستوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک مرکزی حکومت کے اختیارات کی فہرست، دوسری صوبائی حکومتوں کے اختیارات کی فہرست اور تیسری مشترکہ اختیارات کی فہرست تھی جس پر بیک وقت مرکزی اور صوبائی حکومتوں کو قانون سازی کا اختیار تھا۔ آئین میں کافی حد تک صوبوں کو صوبائی خودمختاری دی گئی تھی۔

4- پارلیمانی نظام (Parliamentary System)

یہ آئین پارلیمانی نظام کا حامل تھا۔ ملک کا سربراہ صدر اور حکومت کا سربراہ وزیر اعظم تھا۔ صدر کو برائے نام اختیارات حاصل تھے، اختیارات کا اصل سرچشمہ وزیر اعظم تھا۔ وزیر اعظم اپنی کابینہ چننے کا مجاز تھا لیکن وہ اور اس کی کابینہ قومی اسمبلی کے سامنے اپنے اعمال کے لیے جوابدہ تھی۔ صدر کو قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیاں مل کر پانچ سال کے لیے منتخب کرتی تھیں۔ صدر کا مواخذہ قومی اسمبلی کی دو تہائی اکثریت سے ہی ممکن تھا۔ قومی اسمبلی کی اکثریت وزیر اعظم

کے خلاف عدم اعتماد کا اختیار رکھتی تھی۔

5- یک ایوانی مقننہ (Unicameral Leglislature)

اس آئین کے تحت یک ایوانی مقننہ کا طریق کار رائج کیا گیا جس کا نام قومی اسمبلی تھا جو 300 اراکین پر مشتمل تھی۔ 150 مشرقی پاکستان اور 150 مغربی پاکستان سے تھے۔ خواتین کے لیے 10 نشستیں مخصوص تھیں جن میں پانچ مشرقی پاکستان اور پانچ مغربی پاکستان سے منتخب ہونا تھیں۔ اسمبلی کی مدت 5 سال تھی۔

6- عدلیہ کی آزادی (Independence of Judiciary)

اس آئین میں عدلیہ کی آزادی کی ضمانت فراہم کی گئی۔ اعلیٰ ترین عدالت سپریم کورٹ ہوگی۔ دونوں صوبوں میں دو ہائی کورٹس کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔ چیف جسٹس اور ججوں کی تقرری صدرِ پاکستان کریں گے۔ ججوں کو ملازمت کا تحفظ حاصل تھا۔ ان کی برطرفی مواخذہ کے ذریعے قومی اسمبلی کی دو تہائی اکثریت سے ممکن تھی جس کی توثیق صدرِ پاکستان نے کرنا تھی۔

7- واحد شہریت (Single Citizenship)

پاکستان میں شہریوں کو صرف واحد شہریت حاصل ہوگی۔ تمام شہری پاکستانی کہلائیں گے۔ امریکہ میں شہریوں کو دوہری شہریت حاصل ہے۔ ایک مرکزی حکومت کی شہریت اور دوسری ریاستوں کی حکومت کی شہریت جبکہ پاکستان میں واحد شہریت کا اصول قائم ہے۔

8- بنیادی حقوق (Fundamental Rights)

آئین کے مطابق شہریوں کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جس کی ضمانت اقوامِ متحدہ کے چارٹر میں فراہم کی گئی ہے۔ تمام شہری قانون کی نگاہ میں برابر ہوں گے اور ان کو معاشرتی، سیاسی اور معاشی حقوق عطا کیے جائیں گے۔ کسی شہری کو بلاجواز گرفتار نہیں کیا جائے گا۔ گرفتاری کی صورت میں اسے صفائی کا موقع فراہم کیا جائے گا۔ ان حقوق کو عدالتی تحفظ میسر ہوگا۔ ان حقوق کی پامالی کی صورت میں شہریوں کو عدلیہ سے رجوع کرنے کی اجازت ہوگی۔

9- سرکاری زبانیں (Official Languages)

1956ء کے آئین کے تحت اردو اور بنگالی دونوں زبانوں کو سرکاری زبان کے طور پر تسلیم کیا گیا لیکن ساتھ یہ وضاحت کی گئی کہ آئندہ پچیس سال تک انگریزی دفتری زبان کی حیثیت سے رائج رہے گی۔

10- اسلامی دفعات (Islamic Provisions)

آئین کی رُو سے پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا۔ صدر لازمی طور پر مسلمان ہوگا۔ قراردادِ مقاصد کو آئین کے دیباچے میں شامل کیا گیا جس کی رو سے حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہوگی اور اختیارات کو عوامی نمائندے ایک مقدس امانت کے طور پر قرآن وسنّت کے مطابق استعمال کریں گے۔ عوام اپنی انفرادی و اجتماعی زندگیوں کو اسلام کے مطابق گزاریں گے۔ کوئی قانون قرآن وسنّت سے متصادم نہ بنایا جائے گا اور نہ ہی نافذ العمل ہوگا۔ ملک سے سُود، عصمت فروشی، جُوا اور شراب کی لعنت کا خاتمہ کیا جائے گا۔ پاکستان کو ایک فلاحی مملکت بنایا جائے گا۔

11- آئینی ادارے (Constitutional Institutions)

اس آئین کے تحت مختلف آئینی ادارے قائم کیے گئے جن میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، پبلک سروس کمیشن، چیف الیکشن کمشنر اور آڈیٹر جنرل قابلِ ذکر ہیں۔ یہ تمام ادارے اپنے دائرۂ اختیارات میں عمل کرنے کے مجاز تھے۔

آئین کی منسوخی

1956ء کا آئین نو سال کی انتھک محنت اور کوششوں کے بعد منظور ہوا، مگر پاکستان کے مخصوص حالات اور سیاست دانوں کی باہمی چپقلش، جمہوری اداروں میں فوج اور بیوروکریسی کی بے جا مداخلت، اعلیٰ قیادت کے فُقدان اور گورنر جنرل کی حکومتی معاملات میں بے جا من مانی نے آئین کو زیادہ دیر تک چلنے نہ دیا۔ 1956ء کا یہ آئین دو سال اور 7 ماہ تک نافذ رہا جس کے بعد اکتوبر 1958ء میں پاکستان آرمی کے کمانڈر انچیف جنرل محمد ایوب خان نے ملک کی جمہوری حکومت کو برطرف کر کے فوجی حکومت قائم کر دی اور تمام اختیارات خود سنبھال لیے۔ جنرل محمد ایوب خان نے 1956ء کا آئین منسوخ کر دیا۔ تمام وفاقی و صوبائی اسمبلیاں ختم کر دیں اور خود صدرِ پاکستان اور چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کا عہدہ سنبھال لیا۔

صدر جنرل ایوب خان

ایوب خان کا دور 1958-1969ء
(Ayub Khan Era 1958-1969)

مارشل لا 1958ء (Martial Law 1958)

جنرل محمد ایوب خان نے اکتوبر 1958ء میں درج ذیل وجوہات کو جواز بنا کر مارشل لا لگا دیا۔ اس مارشل لا کے اہم اسباب درج ذیل ہیں ۔

1- اقتدار کی کشمکش (Political Conflict)

قیامِ پاکستان کے بعد اقتدار کی کشمکش سے مسلم لیگ میں دھڑے بندیاں پیدا ہوگئیں۔ اسی کشمکش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گورنر جنرل غلام محمد نے دو بارا اسمبلی توڑی۔ چنانچہ سیاسی کشمکش نے ملک میں پہلے مارشل لا کی راہ ہموار کی۔

2- معاشی بدحالی (Poor Economic Condition)

سیاسی عدم استحکام کے ساتھ ساتھ پاکستان میں معاشی بدحالی کا دور دورہ شروع ہوگیا۔ ایک زرعی ملک ہونے کے باوجود پاکستان میں خوراک کی قلت پیدا ہوگئی۔ معاشی بدحالی اس انتہا تک پہنچ گئی کہ ملک کے بعض علاقوں میں قحط جیسے آثار پیدا ہوگئے۔

3- سیاسی قیادت کا فقدان (Lack of Political Leadership)

قائداعظمؒ، لیاقت علی خان اور حسین شہید سہروردی کے بعد پاکستان اہل سیاسی قیادت سے محروم ہوگیا اور ملک کی باگ ڈور ایسے سیاسی قائدین کے ہاتھوں میں آگئی جو نہ تو عوام میں قومی وحدت پیدا کرسکے اور نہ عوامی مسائل حل کرسکے۔

4- سمگلنگ اور اقربا پروری (Smuggling and Nepotism)

مارشل لا کی ایک وجہ سمگلنگ، چور بازاری، اقربا پروری اور ناجائز مراعات کا حصول بھی تھی۔ عوام کا کوئی پُرسانِ حال نہ تھا۔ متوسط طبقہ کسمپرسی کی زندگی بسر کررہا تھا۔ پورے ملک کا نظام درہم برہم ہوگیا تھا۔

5- بیوروکریسی کا کردار (Role of Bureaucracy)

بیوروکریسی نے انتہائی غیر ذمہ دارانہ روّیے کا مظاہرہ کرتے ہوئے ملک میں جمہوریت کو ناکام کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ بااثر ہونے کے باعث ان کے دلوں میں اقتدار کی ہوس پیدا ہونے لگی جو مارشل لا کے نفاذ کا باعث بنی۔

6- ایوب خان کی سیاست (Ayub Khan's Politics)

سیاستدانوں کی باہمی رسہ کشی اور سیاسی عدم استحکام کے نتیجے میں گورنر جنرل غلام محمد نے جنرل ایوب خان کو وزیرِ دفاع کی حیثیت سے کابینہ میں شامل کیا جس کی وجہ سے غیر یقینی حالات پیدا ہوگئے۔

7- صوبائی تعصبات (Provincial Prejudices)

مارشل لا کی آمد کا ایک سبب صوبائی تعصبات کا فروغ بھی تھا۔ سیاستدانوں نے اقتدار تک پہنچنے کے لیے ملکی سلامتی کی پرواہ کیے بغیر عوامی جذبات کو خوب بھڑکایا۔ ایک ہی ملک کے عوام ایک دوسرے سے بیزار ہونے لگے جبکہ

برسرِ اقتدار طبقے نے اس خطرناک رُجحان کو روکنے کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

8- سیاسی عدمِ استحکام (Political Instability)

1953ء سے 1958ء کے دوران دو گورنر جنرلوں نے چھے وزارتوں کو تشکیل دیا۔ اس سیاسی عدمِ استحکام اور پارلیمانی نظام کی ناکامی کے نتیجے میں سیاسی بحران پیدا ہو گیا۔ عوام سیاستدانوں سے متنفّر ہو گئے اور ان کا جمہوریت پر سے اعتماد اُٹھ گیا جو مارشل لا کا سبب بنا۔

9- انتخابات کا التوا (Delay in Elections)

قیامِ پاکستان کے پہلے گیارہ سالوں میں کبھی عام انتخابات نہ کرائے گئے۔ صرف صوبوں میں باری باری انتخاب کرایا گیا۔ 1956ء کا آئین پاس ہونے کے بعد توقع کی جا رہی تھی کہ ایک سال کے اندر عام انتخابات منعقد ہو جائیں گے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔

بنیادی جمہوریتوں کا نظام 1959ء
(Basic Democracies System 1959)

1959ء میں صدر ایوب خان نے بنیادی جمہوریتوں کا ایک نیا نظام متعارف کرایا جس کے تحت عوام کو بنیادی جمہوریت کے ممبران کا انتخاب کرنا تھا۔ بنیادی جمہوریتوں کے ممبران کی کُل تعداد 80 ہزار تھی۔ 1962ء کے آئین کے تحت ان ممبران کو صدر، صوبائی اور مرکزی اسمبلیوں کے اراکین کے انتخاب کے لیے انتخابی ادارہ کی حیثیت بھی حاصل تھی۔ یہ نظام بنیادی طور پر درج ذیل پانچ مراحل پر مشتمل تھا۔

1- یونین کونسل اور یونین کمیٹی   2- تحصیل کونسل اور تھانہ کونسل   3- ڈسٹرکٹ کونسل
4- ڈویژنل کونسل   5- صوبائی مشاورتی کونسل

1- یونین کونسل اور یونین کمیٹی

یونین کونسل بنیادی جمہوریتوں کا ابتدائی ادارہ تھا۔ اسے دیہی علاقوں کے لیے یونین کونسل اور شہری علاقوں میں یونین کمیٹی کہتے تھے۔ اس میں ایک ہزار سے پندرہ سو ووٹر براہِ راست اپنے میں سے ایک نمائندہ منتخب کرتے تھے جس کو بی ڈی ممبر کہتے تھے۔ ان کے فرائض میں صحت وصفائی، روشنی کا انتظام، مسافر خانوں کا انتظام، پیدائش و اموات کا ریکارڈ رکھنا وغیرہ شامل تھا۔

یونین کونسل اور یونین کمیٹی کے علاوہ مقامی سطح پر دس ہزار سے بیس ہزار آبادی والے قصبات میں قصبہ کمیٹی،

دس ہزار سے تیس ہزار کی آبادی والے ٹاؤنز میں ٹاؤن کمیٹی، تیس ہزار سے پانچ لاکھ والے شہروں میں میونسپل کمیٹی، پانچ لاکھ سے زیادہ آبادی والے شہروں میں میونسپل کارپوریشن اور چھاؤنیوں میں ترقیاتی کاموں کے لیے کنٹونمنٹ بورڈ بنائے گئے۔

2- تحصیل کونسل اور تھانہ کونسل

مغربی پاکستان میں تحصیل کونسل اور مشرقی پاکستان میں تھانہ کونسل دوسرا مرحلہ تھا۔ اس کا چیئرمین ڈویژنل آفیسر کہلاتا تھا۔ اس میں سرکاری اہل کار، نامزد ارکان اور منتخب عوامی نمائندے شامل ہوتے تھے۔ ان کے فرائض میں اپنے علاقوں میں تعلیمی اور معاشی منصوبوں کی تیاری وغیرہ شامل تھے۔

3- ڈسٹرکٹ کونسل

ضلعی سطح پر ڈسٹرکٹ کونسل قائم تھی جس کا سربراہ ڈپٹی کمشنر تھا۔ اس کونسل میں آدھی تعداد سرکاری اور غیر سرکاری (نامزد) اراکین کی ہوتی تھی اور آدھی تعداد منتخب نمائندوں کی ہوتی تھی۔ ان کے فرائض میں سڑکیں بنانا، سکولوں کا قیام، صحت وصفائی کا انتظام، ہسپتالوں کا قیام، امراض کی روک تھام کے اقدامات کرنا، آب رسانی کا مناسب بندوبست کرنا اور امدادِ باہمی کا فروغ وغیرہ شامل تھے۔

4- ڈویژنل کونسل

ڈویژن کی سطح پر قائم اس ادارے کا سربراہ ڈپٹی کمشنر کہلاتا تھا۔ ضلع کی تمام یونین کونسلیں، یونین کمیٹیاں اور ٹاؤن کمیٹیاں اس میں نمائندگی رکھتی تھیں۔ اس کونسل میں بھی سرکاری اور نامزد ارکان شامل تھے۔ ڈویژن کے مختلف محکموں کی جانچ پڑتال اور مختلف اصلاحی سرگرمیوں کے لیے سفارشات تیار کرنا وغیرہ اس کونسل کے فرائض میں شامل تھا۔

5- صوبائی مشاورتی کونسل

تمام ڈویژنوں کے نمائندوں پر مشتمل صوبائی مشاورتی کونسل قائم کی گئی جو براہِ راست گورنر کے ماتحت تھی۔ یہ کونسل پورے صوبے کے بنیادی جمہوریتوں کے اداروں کی کارکردگی پر نظر رکھنے اور ان کی سرگرمیوں کو مربوط کرنے کے فرائض انجام دیتی تھی جبکہ گورنر اپنی کارکردگی کی رپورٹ براہِ راست صدرِ پاکستان کو پیش کرنے کا ذمہ دار تھا۔

مسلم فیملی لاز آرڈی نینس (عائلی قوانین) 1961ء

(Muslim Family Laws Ordinance 1961)

صدر ایوب خان نے مسلم فیملی لاز آرڈی نینس 1961ء نافذ کیا جس کے مطابق:

- ☆ نکاح کو یونین کونسل میں رجسٹرڈ کرانا لازمی قرار دیا گیا۔
- ☆ پہلی بیوی اور یونین کونسل کے چیئر مین کی اجازت کے بغیر دوسری شادی کی ممانعت کر دی گئی۔
- ☆ شادی کے لیے لڑکے کی عمر کم از کم اٹھارہ سال اور لڑکی کی عمر سولہ سال مقرر کی گئی۔
- ☆ طلاق وغیرہ کی صورت میں مدت عِدت نوے دن مقرر کی گئی۔
- ☆ یتیم پوتے کو بھی وراثت میں حقدار تسلیم کر لیا گیا۔
- ☆ پاکستان کی بڑھتی ہوئی آبادی کو خاندانی منصوبہ بندی کے ذریعے کنٹرول کیا جائے گا۔

علما کرام کے ایک گروہ نے اس آرڈی نینس کی مخالفت کی اور اسے اسلام کے خلاف قرار دیا لیکن عوام کی اکثریت نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کو قبول کر لیا۔

1962ء کے آئین کے اہم خدوخال

(Salient Features of Constitution of 1962)

فروری 1960ء میں ایوب خان نے سابق چیف جسٹس شہاب الدین کی سرکردگی میں آئین سازی کے لیے ایک دس رکنی آئینی کمیشن تشکیل دیا جس نے اپنی سفارشات مئی 1961ء میں صدرِ مملکت کو پیش کر دیں۔ بعدازاں صدر نے وزیرِ خارجہ منظور قادر کی قیادت میں کابینہ کے سات ارکان پر مشتمل ایک آئینی کمیٹی بنائی جس نے آئینی کمیشن کی سفارشات کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی مرضی سے آئینی سفارشات مرتب کیں جنھیں گورنروں کی کانفرنس میں منظور کر لیا گیا۔ اس طرح آئین مکمل کر لیا گیا۔ 8 جون، 1962ء کو صدر محمد ایوب خان نے ایک صدارتی حکم کے ذریعے اس آئین کو ملک میں نافذ کر دیا۔ اس کے نمایاں خدوخال درج ذیل ہیں۔

1- تحریری آئین (Written Constitution)

1962ء کا آئین 250 دفعات، 5 گوشواروں، 8 ترامیم اور مارشل لا کے 31 ضوابط پر مشتمل ایک تحریری آئین تھا۔ اسے 12 حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

-2 وفاقی آئین (Federal Constitution)

1962ء کے آئین کے مطابق پاکستان دو صوبوں پر مشتمل وفاق تھا۔ قومی اسمبلی میں دونوں صوبوں یعنی مشرقی ومغربی پاکستان کو یکساں نمائندگی دی گئی۔ انتخابی ادارے میں بھی دونوں صوبوں کے نمائندوں کی تعداد یکساں یعنی چالیس، چالیس ہزار تھی۔ آئین میں مرکزی حکومت کے اختیارات کی وضاحت کی گئی۔ باقی ماندہ اختیارات صوبوں کو عطا کیے گئے۔

-3 صدارتی آئین (Presidential Constitution)

اس آئین کے تحت صدارتی طرزِ حکومت کا تجربہ کیا گیا۔ صدر سربراہ مملکت اور سربراہ حکومت بھی تھا، جس کا انتخاب بنیادی جمہوریتوں کے 80 ہزار اراکین پر مشتمل انتخابی ادارہ 5 سال کے لیے کرتا تھا۔ تمام انتظامی اختیارات کا محور صدر تھا۔ اس کو قانون سازی کے وسیع اختیارات تفویض کیے گئے تھے۔ کابینہ کے ارکان قومی اسمبلی کی بجائے صدر کے سامنے جوابدہ تھے۔ کلیدی آسامیوں کی تمام تقرریاں صدر کے ہاتھ میں تھیں۔

-4 استوار آئین (Rigid Constitution)

اس آئین کے تحت قومی اسمبلی کی دوتہائی اکثریت آئین میں ترمیم کرسکتی تھی لیکن اس ترمیم کے مؤثر ہونے کے لیے صدرمملکت کی منظوری لازمی قرار دی گئی۔

-5 یک ایوانی مقننہ (Unicameral Legislature)

1956ء کے آئین کی طرح 1962ء کے آئین میں بھی یک ایوانی مقننہ ترتیب دی گئی جسے قومی اسمبلی کا نام دیا گیا جس کو بالواسطہ انتخاب کے ذریعہ انتخابی ادارہ 5 سال کے لیے منتخب کرتا تھا۔ اس میں دونوں صوبوں کو مساوی نمائندگی حاصل تھی۔

-6 واحد شہریت (Single Citizenship)

1956ء کے آئین کی طرح 1962ء کے آئین میں بھی واحد شہریت کا اصول اپنایا گیا۔ پاکستان کے تمام شہری صرف پاکستان کے شہری تھے مشرقی یا مغربی پاکستان کے نہیں۔

-7 بنیادی حقوق (Fundamental Rights)

آئین میں بنیادی شہری حقوق شامل کیے گئے اور ان کے تحفظ کی ضمانت بھی فراہم کی گئی۔ ان حقوق کے منافی کوئی قانون سازی ممکن نہ تھی۔ حکومت کا کوئی شعبہ بنیادی حقوق کے خلاف اقدام نہیں کرسکتا تھا۔ اہم ترین بنیادی حقوق میں تحریر وتقریر کی

آزادی، اجتماع و انجمن سازی، مذہبی آزادی اور جان و مال کا تحفظ شامل تھا۔

8- اسلامی دفعات (Islamic Provisions)

اس آئین میں قراردادِ مقاصد کو ابتدائیہ کے طور پر شامل کیا گیا جس میں یہ وضاحت کی گئی کہ پوری کائنات کی حاکمیت بلاشرکتِ غیرے، اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ پاکستان کے عوام قرآن وسنّت کی حدود میں رہتے ہوئے حاکمیت کو ایک مقدّس امانت کی حیثیت سے استعمال کرنے کے پابند ہیں۔ ملک کا نام پہلے ''جمہوریہ پاکستان'' رکھا گیا لیکن عوام کے اصرار پر آئین میں ترمیم کے ذریعے ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' رکھا گیا۔ صدرِ مملکت کا مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا۔ پاکستان کے عوام کو اپنی انفرادی و اجتماعی زندگیاں اسلامی اُصولوں کے مطابق بسر کرنے کے قابل بنایا جائے گا اور اسلامی تعلیمات سے متصادم کوئی قانون سازی نہیں کی جائے گی۔

9- اسلامی مشاورتی کونسل (Islamic Advisory Council)

صدرِ پاکستان، گورنروں، مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کو قانونی معاملات میں مشورے دینے کے لیے ایک اسلامی مشاورتی کونسل تشکیل دی جائے گی تاکہ قانون سازی اسلام کے مطابق ممکن ہو اور موجودہ قوانین کو اسلام کے مطابق ڈھالا جاسکے۔ اسلامی مشاورتی کونسل عملاً ایک بے اختیار ادارہ تھی، اس کی رائے کی حیثیت صرف مشاورتی تھی۔ حکومت اس کو قبول کرنے کی پابند نہ تھی۔

10- قومی زبانیں (National Languages)

اردو اور بنگالی دونوں کو قومی زبانوں کی حیثیت دی گئی لیکن انگریزی کو اس وقت تک سرکاری زبان کی حیثیت حاصل رہے گی جب تک قومی زبانیں دفتری حیثیت اختیار نہیں کرلیتیں۔

11- بالواسطہ جمہوریت (Indirect Democracy)

براہِ راست انتخاب کا طریقہ ختم کر کے بالواسطہ جمہوریت کا نیا نظام رائج کیا گیا۔ اس نظام کو بنیادی جمہوریتوں کا نام دیا گیا۔ صدر، قومی اسمبلی اور دونوں صوبائی اسمبلیوں کے انتخاب کے لیے ایک انتخابی ادارہ قائم کیا گیا۔ جس کے ارکان کی تعداد 80 ہزار تھی۔ ان کو عوام منتخب کرتے تھے۔ یہ ارکان دونوں صوبوں سے یکساں تعداد میں لیے جاتے تھے۔

انتخابات 1965ء (Elections 1965)

صدر ایوب خان نے حکومت چلانے کے لیے 1959ء میں بنیادی جمہوریت کے نظام کے تحت 80 ہزار بنیادی جمہوریت کے ارکان کا انتخاب کیا اور مارشل لا کے دوران ان ارکانِ بنیادی جمہوریت سے اپنی صدارت کی توثیق کرائی۔ ان ارکان کی مدت 1965ء میں ختم ہو رہی تھی لہٰذا نومبر 1964ء میں ان کا دوبارہ انتخاب کرایا گیا۔ 1962ء کے آئین کے مطابق ان ارکان کو صدر، صوبائی اور مرکزی اسمبلیوں کے انتخاب کے لیے انتخابی ادارے کی حیثیت حاصل تھی۔ ایوب خان نے صدارتی الیکشن جنوری 1965ء میں کرانے کا اعلان کیا۔ متحدہ حزب مخالف نے ایوب خان کے مقابلے میں قائداعظمؒ کی ہمشیرہ مادرِ ملّت محترمہ فاطمہ جناحؒ کو صدارتی امیدوار کے طور پر نامزد کیا۔ بنیادی جمہوریت کے ارکان نے ایوب خان کو بھاری اکثریت سے صدر منتخب کیا۔ عوامی رائے کے مطابق ایوب خان کو بالواسطہ طریقہ انتخاب، دھن، دھونس اور دھاندلی سے کامیاب کرایا گیا۔ اس لیے 1965ء کا صدارتی انتخاب عوامی خواہشات کے خلاف تھا۔

1965ء کے انتخابات کے اثرات

ایوب خان کے قائم کردہ بنیادی جمہوریتوں کے نظام پر برملا تنقید ہونے لگی اور یہ کھلم کھلا کہا جانے لگا کہ اس نظام میں ایوب خان کے مقابلے میں کوئی بھی شخصیت کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ایوب خان نے بنیادی جمہوریتوں کو انتخابی ادارے کی حیثیت دے کر جمہوریت کا گلا گھونٹ دیا، اس لیے عوام نے اس نظام کو مُسترد کر دیا۔ اس سے ایوب خان کی مقبولیت میں نمایاں کمی ہوئی چنانچہ بنیادی جمہوریتوں کا نظام ایوب خان کے زوال کا ایک اہم سبب بنا۔ پاکستان کی حزبِ مخالف کی تمام سیاسی جماعتوں نے ان نام نہاد انتخابات میں ایوب خان پر دھاندلی کا الزام لگایا اور ملک میں جمہوریت کی بحالی کے لیے عوامی رابطہ مہم کا آغاز کر دیا۔

پاک بھارت جنگ 1965ء
(Indo-Pak War 1965)

ستمبر 1965ء میں بھارت نے اپنے توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل کے لیے پاکستان کے خلاف کھلی جارحیت کا مظاہرہ کیا اور 6 ستمبر کی رات پاکستان پر حملہ کر دیا۔ اگرچہ پاکستان کے فوجی اور اقتصادی وسائل بھارت کے

مقابلے میں بہت کم تھے لیکن پاکستان کی مسلح افواج نے جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر اپنے سے کئی گنا بھاری دشمن کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا۔ سترہ روز تک جاری رہنے والی ستمبر 1965ء کی جنگ کے واقعات بیان کرنے سے پہلے اس تاریخی جنگ کی وجوہات کا مختصر جائزہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

1- پاکستان کا قیام ہندوؤں کی مرضی کے خلاف عمل میں آیا تھا اس لیے انھوں نے پاکستان کو کبھی دل سے قبول نہ کیا۔ پاکستان کی حیران کُن ترقی اور استحکام ان کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکنے لگا چنانچہ انھوں نے پاکستان کو تباہ کرنے کے لیے جارحانہ اقدامات شروع کر دیے۔

2- ستمبر 1965ء کی جنگ کی اصل وجہ مسئلہ کشمیر ہے۔ بھارت نے کشمیری عوام کی مرضی کے خلاف کشمیر پر

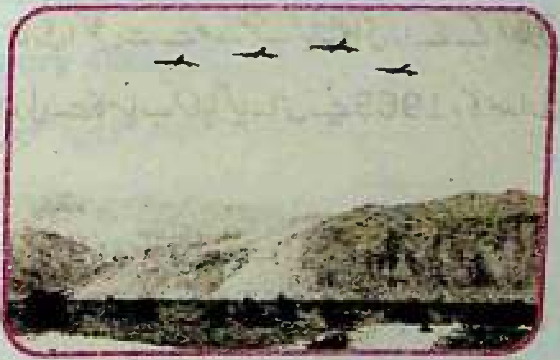

پاک فضائیہ کے شاہین

پاک فوج دشمن کے خلاف گولہ باری کرتے ہوئے

قبضہ کر رکھا ہے۔ کشمیر کے عوام پاکستان کے ساتھ الحاق کے حامی ہیں مگر بھارت سلامتی کونسل کی قرارداد کے مطابق رائے شماری کرانے کے وعدے سے ٹال مٹول کرتا رہا۔ کشمیری عوام کی اخلاقی مدد کرنے اور مسئلہ کشمیر کو پوری دنیا میں اٹھانے کی پاداش میں بھارت نے پاکستان پر ستمبر 1965ء کی جنگ مسلّط کر دی۔

3- بھارت نے اپنی طاقت کے نشے میں 1962ء میں چین سے جنگ چھیڑ لی اور منہ کی کھائی پھر اس نے اس خفت کو مٹانے کے لیے مئی 1965ء میں رَن کچھ کے متنازعہ علاقے پر قبضہ جمانے کی کوشش کی لیکن پاکستانی فوج کے ہاتھوں اسے ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ اپنا کھویا ہوا وقار بحال کرنے کے لیے بھارت نے پاکستان کے خلاف جنگ شروع کر دی۔

4- بھارت میں عام انتخابات ہونے والے تھے کانگرس پارٹی یہ انتخابات جیتنا چاہتی تھی۔ اس نے پاکستان کو فتح کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ ووٹروں سے ووٹ حاصل کیے جاسکیں۔

جنگ کے واقعات

صدرِ پاکستان جنرل ایوب خان ریڈیو پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے

جنگ شروع ہوئی تو صدرِ پاکستان جنرل ایوب خان نے ریڈیو پر ہنگامی حالات کا اعلان کیا اور قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ''پاکستان کے عوام اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کے بھارتی توپوں کے دہانے مستقل طور پر سرد نہیں ہو جاتے۔ بھارتی حکمران نہیں جانتے کہ انھوں نے کس بہادر قوم کو للکارا ہے۔ ہمارے صف شکن سپاہی دشمن کو پسپا کرنے کے لیے آگے بڑھ رہے ہیں۔ پاکستان کی افواج دشمن کے حملے کا منہ توڑ جواب دے گی۔'' صدرِ پاکستان نے قوم کو پکارتے ہوئے کہا ''مردانہ وار آگے بڑھو اور دشمن پر ٹوٹ پڑو، خدا تمہارا حامی و ناصر ہو'' جنگ کے واقعات کو ذیل میں مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

لاہور

بھارت نے 6 ستمبر، 1965ء کو علی الصبح لاہور شہر پر تین اطراف واہگہ، برکی اور قصور سے حملہ کر دیا۔

میجر عزیز بھٹی شہید (نشانِ حیدر)

پاکستان کی بہادر افواج نے نہ صرف بھارتی یلغار کو روکا بلکہ دشمن کو بی آر بی نہر بھی نہ پار کرنے دی۔ اسی محاذ پر میجر عزیز بھٹی شہید نے ایک فوجی کمپنی کے ساتھ کئی روز تک دشمن کی پیش قدمی کو روکے رکھا اور آخر کار شہادت پائی۔ حکومت پاکستان نے اس عظیم کارنامے پر انھیں ''نشانِ حیدر'' عطا کیا۔

قصور

بھارت نے قصور کی طرف سے لاہور پر قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن پاکستان کے شیروں نے فوری طور پر حملہ پسپا کر دیا۔ اگلے روز پاکستان کی بہادر فوج نے جوابی حملہ کیا اور دشمن کے علاقے کھیم کرن پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں بھارت نے ہیڈ سلیمانکی کی طرف نیا محاذ کھولا لیکن وہاں بھی اسے منہ کی کھانی پڑی۔

سیالکوٹ

لاہور اور قصور میں ناکامی کے بعد بھارت نے ٹینکوں اور بکتر بند ڈویژن کے ساتھ سیالکوٹ کے علاقے چونڈہ پر حملہ کر دیا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد یہ دنیا میں سب سے بڑا زمینی حملہ تھا۔ بھارت کا ارادہ تھا کہ سیالکوٹ سے جی ٹی روڈ پر قبضہ کر کے لاہور کا دوسرے شہروں سے رابطہ کاٹ دیا جائے لیکن پاکستان کی بہادر فوج نے اپنے سے کئی گنا بڑے دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے وہ بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیے کہ دنیا کے دفاعی ماہرین حیران رہ گئے اور چونڈہ کا محاذ بھارتی ٹینکوں کا قبرستان بن گیا۔

راجستھان

ہر محاذ پر شکست سے بوکھلا کر بھارت نے جنگ کا دائرہ کار راجستھان تک پھیلا دیا اور حیدر آباد پر قبضہ کرنے کی غرض سے پیش قدمی کی مگر یہاں پاکستانی فوج نے حُر مجاہدین کے ساتھ مل کر دشمن کے چھکے چھڑوا دیے اور اس کو پے در پے شکست دے کر اس کی کئی چوکیوں پر قبضہ کر لیا۔

فضائی جنگ

پاک فضائیہ کے جانباز پائلٹ ایم۔ایم عالم

پاکستان کے شاہین صفت ہوابازوں نے جنگ کے ابتدائی دنوں میں بھارتی ہوابازوں پر برتری حاصل کر لی تھی۔ پاکستانی فضائیہ نے دشمن پر کاری ضرب لگاتے ہوئے پٹھانکوٹ، جودھ پور، آدم پور، ہلواڑہ، جام نگر، جموں اور سری نگر کے اہم بھارتی ہوائی اڈوں پر ٹھیک نشانے لگا کر درجنوں بھارتی طیارے تباہ کر کے بھارتی فضائیہ کی کمر توڑ کر رکھ دی۔

بھارت نے سرگودھا میں پاک فضائیہ کے اڈے کو نشانہ بنانے کے لیے کئی حملے کیے لیکن ہر بار ناکامی سے دوچار ہوا۔ اسی جنگ میں لاہور کے مقام پر سکواڈرن لیڈر محمد محمود عالم (ایم۔ایم عالم) نے بھارت کے پانچ لڑاکا طیارے گرا کر نیا عالمی ریکارڈ قائم کیا۔

بحری جنگ

جنگ کے دوران چوکس پاک بحریہ

جنگ کے دوران پاکستانی بحریہ بھی پوری طرح چوکس رہی۔ اس نے کاٹھیاواڑ کے ساحل پر واقع دوارکا کے مشہور بھارتی بحری اڈے کو تباہ کر کے ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔ جب بھارت نے پاک بحریہ کا مقابلہ کرنے کے لیے اُس کے ایک یونٹ پر اچانک حملہ کیا تو پاک بحریہ نے بھارت کا ایک جنگی بحری جہاز ڈبو دیا اور باقی بھارتی بحری جہاز دُم دبا کر بھاگ گئے۔

جنگ بندی

اقوامِ متحدہ کی کوششوں سے یہ جنگ 23 ستمبر، 1965ء کو سحری کے وقت بند ہوئی۔

جنگ کے اثرات

1- پاکستان بین الاقوامی شہرت اختیار کر گیا اور اس کے وقار میں اضافہ ہوا۔

2- مسئلہ کشمیر کی اہمیت ایک بار پھر اُجاگر ہوئی۔

3- پاکستان کو امریکہ اور یورپ والوں کے دوغلے پن سے آگاہی حاصل ہوئی۔

4- چین نے اس نازک وقت میں جس طرح پاکستان کا ساتھ دیا اس سے پاکستانیوں کو دوست اور دشمن میں تمیز ہو گئی۔

5- اس جنگ میں برادر اسلامی ممالک نے پاکستان کا بہت ساتھ دیا جس سے پاکستانیوں کے سر فخر سے بلند ہو گئے۔

پاکستانی عوام میں اتحاد اور قومی یکجہتی

1- اس جنگ نے حزبِ مخالف کے لیڈروں کو بھی اپنا طرزِ عمل بدلنے پر مجبور کر دیا۔ انھوں نے صدر ایوب خاں کو مکمل تعاون کی پیشکش کی۔

2- اس جنگ کی بدولت پاکستان کے عوام میں اتحاد اور قومی یکجہتی کی روح بیدار ہوئی۔ ساری قوم نے نظم و ضبط اور اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے داخلی اختلافات ختم کر دیے اور دشمن کے مقابلے میں ڈٹ گئی۔

3- ایک ادنیٰ ملازم سے افسر تک اور ایک مزدور سے تاجر تک سبھی نے قومی جذبے سے سرشار ہو کر دشمن کے مقابلے کے لیے حکومت سے مکمل تعاون کیا اور دل کھول کر دفاعی چندہ دیا۔

4- عوام نے ہسپتالوں میں پہنچ کر اپنے مجاہدین بھائیوں کے لیے خون کا عطیہ دیا اور محاذ پر پہنچ کر فوج کو اپنی خدمات پیش کیں۔

5- پاکستانی فنکاروں نے اپنے فن کے ذریعے غازی بھائیوں کے حوصلوں کو بلند رکھا، حتیٰ کہ پوری قوم نے دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اسے شکست دے کر فتح و نصرت کا علم بلند کیا۔

معاشی ترقی

(Economic Development)

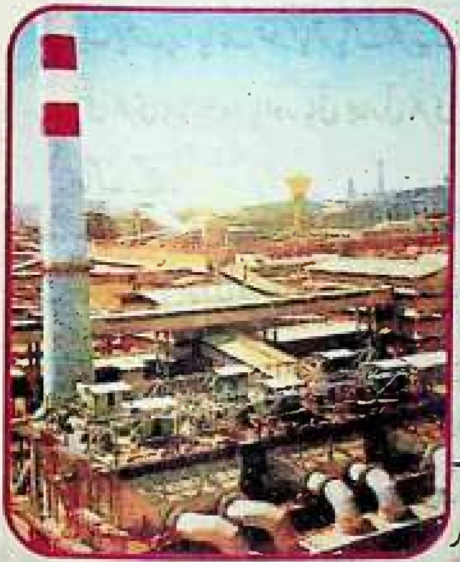

ایک کارخانے کا منظر

معاشی ترقی سے مراد کسی پسماندہ معیشت کا ترقی یافتہ معیشت کی طرف گامزن ہونا ہے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے کہ جس کے دوران جدید اور ترقی یافتہ ذرائع کو اختیار کر کے، انسانی وسائل کا بہتر استعمال یقینی بنایا جاتا ہے، اور سرمایاتی ذرائع کو بروئے کار لاتے ہوئے معیشت میں ایسی تبدیلیاں لائی جاتی ہیں کہ ملک کی خام قومی آمدنی بڑھتی ہے۔ لوگوں کا معیارِ زندگی بلند ہوتا ہے۔ عوام الناس کو تعلیم، صحت، روزگار اور تفریح کے بہتر مواقع ہاتھ ملتے ہیں۔

ایوب خاں کی مارشل لا حکومت نے وزارتِ خزانہ کا قلمدان عالمی بینک کے ماہر معاشیات محمد شعیب کے سپرد کیا۔ انھوں نے درآمدات اور برآمدات پر مؤثر کنٹرول کیا جس سے ملکی تجارت میں برآمدات کی حوصلہ افزائی سے زرِ مبادلہ کی خاصی بچت ہوئی۔ صنعت و حرفت کی ترقی کے لیے لائسنس جاری کیے گئے اور نئی صنعتیں قائم ہوئیں جس سے 1960ء کے عشرہ کے دوران پاکستان میں صنعتی شعبہ استحکام کی طرف گامزن ہوا۔ اس معاشی ترقی سے عوام اور تاجر پیشہ لوگ خوشحال ہوئے۔ اس عرصہ میں دوسرا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ (1965-60ء) اور تیسرا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ (1965-70ء) بنائے گئے۔

دوسرا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ (1965-1960ء)

دوسرا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ پہلے منصوبے 1960-1955ء کی مدت اختتام پر اپنایا گیا۔ اس منصوبے کے

بڑے بڑے مقاصد اور ان کے اہداف درج ذیل تھے۔

1- قومی آمدنی میں 24 فیصد اضافہ کرنا۔

2- فی کس آمدنی میں 10 فیصد اضافہ کرنا۔

3- 25 لاکھ افراد کو روزگار کے مواقع فراہم کرنا۔

4- زرعی پیداوار میں 14 فیصد اضافہ کرنا۔

5- بڑی اور اوسط درجے کی صنعتوں کی پیداواری صلاحیت میں 14 فیصد تک اضافہ کرنا۔

6- گھریلو اور چھوٹی صنعتوں کی پیداوار کو 25 فیصد تک بڑھانا۔

7- برآمدات میں سالانہ 3 فیصد اضافہ کرنا۔

دوسرے پانچ سالہ منصوبے کے مقاصد اور اہدف کو پورا کرنے کے لیے 23 ارب روپے کا تخمینہ لگایا گیا تھا۔ اس رقم میں سے بارہ ارب چالیس کروڑ روپے سرکاری شعبے، تین ارب اسی کروڑ روپے نیم سرکاری شعبے اور چھے ارب اسی کروڑ روپے نجی شعبے میں خرچ کرنے کا اندازہ لگایا گیا تھا۔ اس منصوبے کے تحت ملک کی معاشی ترقی کی رفتار خاصی تسلی بخش رہی۔ بعض شعبوں میں تو ترقی اس حد سے بھی زیادہ ہوئی جو منصوبہ بناتے وقت قائم کی گئی تھی۔ منصوبے کا جائزہ لینے سے مندرجہ ذیل نکات توجہ کا مرکز بنتے ہیں۔

(i) قومی آمدنی میں اضافہ 30 فیصد سے بھی بڑھ گیا۔

(ii) برآمدات میں 7 فیصد سالانہ کے حساب سے اضافہ ہوا۔

(iii) صنعتی شعبہ میں 40 فیصد سے زیادہ ترقی ہوئی۔

(iv) زرعی شعبے میں ترقی 15 فیصد سے زیادہ ہوئی۔

پاکستان کی معاشی منصوبہ بندی میں دوسرے پانچ سالہ منصوبے کو خاص اہمیت حاصل ہے کیونکہ اس منصوبے کی تشکیل میں پہلے منصوبے کی خامیوں کو دور کیا گیا اور ملکی وسائل کا جائزہ لینے میں خاصی احتیاط سے کام لیا گیا۔ اس منصوبے کی کامیابی سے مزید حوصلہ افزائی ہوئی جو مستقبل کی منصوبہ بندی میں مدومعاون ثابت ہوئی۔

تیسرا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ (1965-1970ء)

تیسرے منصوبے کے بڑے بڑے مقاصد اور ان کے اہداف درج ذیل تھے۔

1- ملکی ترقی کی رفتار کو تیز کرنا اور قومی پیداوار میں 37 فیصد اضافہ کرنا۔

2- فی کس آمدنی میں 20 فیصد اضافہ کرنا۔

3- 55 لاکھ افراد کو روزگار فراہم کرنا۔

4- زرعی ترقی کی رفتار کو تیز کرنا اور اس میں 5 فیصد سالانہ اضافہ کرنا۔

5- صنعتی ترقی کی شرح 13 فیصد سالانہ تک بڑھانا۔

6- بنیادی صنعتوں کے قیام کو ترجیح دینا۔

7- برآمدات میں 9.5 فیصد اضافہ کرنا۔ زرِمبادلہ میں اضافہ کر کے ادائیگیوں کے توازن میں استحکام پیدا کرنا۔

8- بنیادی سہولتوں میں اضافے کی کوشش کرنا اور معاشرتی تحفظ مہیا کرنا۔

ان مقاصد کے حصول کے لیے کُل 52 ارب روپے مختص کیے گئے تھے۔ ان میں سے 30 ارب سرکاری شعبہ جات کے لیے اور 22 ارب نجی شعبے کے لیے وقف تھے۔ درج بالا مقاصد و کوائف سے ظاہر ہوتا ہے کہ تیسرا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ بہت سی خوبیوں کا حامل تھا مگر اس کی ترقی کا جائزہ لینے کے بعد اس کا خاکہ کچھ یوں ہے۔

(i) برآمدات میں 9.5 فیصد اضافے کی توقع تھی مگر اس کے مقابلے میں یہ اضافہ صرف 7 فیصد ہوا۔

(ii) زرعی ترقی کی رفتار متوقع رفتار سے کم رہی یعنی صرف 4.5 فیصد سالانہ ترقی ہو سکی۔

(iii) صنعتی میدان میں ترقی صرف 9 فیصد ہو سکی حالانکہ یہ ہدف 13 فیصد کا تھا۔

تیسرا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ پورے طور پر کامیاب نہ ہو سکا اور بیشتر شعبوں میں مقرر کردہ اہدف تک نہ جا سکا۔ دراصل نامساعد حالات نے ابتدا ہی سے تیسرے منصوبے کو گھیر لیا۔ ابتدائی دو سالوں میں زبردست خشک سالی کا سامنا کرنا پڑا جس سے فصلیں بُری طرح متاثر ہوئیں۔ 1965ء کی پاک بھارت جنگ کی وجہ سے دفاعی اخراجات بڑھ گئے جس کی وجہ سے ترقیاتی اخراجات کے لیے مجوزہ وسائل میں کمی ہو گئی۔ غیر ملکی امداد میں بھی 27 فیصد کمی کا سامنا کرنا پڑا۔ زرعی ترقی

میں کمی ہوئی۔ اندرونِ ملک حالات ہنگاموں کی نذر ہو گئے جس سے صنعتی پیداوار پر بُرا اثر پڑا۔ مختصراً اس منصوبے کو وہ سازگار حالات میسر نہ آسکے جو معاشی ترقی کے اس پروگرام کے لیے درکار تھے۔

1958-69ء کے دوران پاکستان میں صنعتی شعبہ اور زراعت کی شرح ترقی (%)

سال	بڑے پیمانے کی صنعتیں	چھوٹے پیمانے کی صنعتیں	زراعت
1958-59ء	5.6	2.3	4.0
1960-61ء	20.3	2.9	-0.2
1961-62ء	19.9	2.9	6.2
1962-63ء	15.7	2.9	5.2
1963-64ء	15.5	2.9	2.5
1964-65ء	13.0	2.9	5.2
1965-66ء	10.8	2.9	0.5
1966-67ء	6.7	2.9	5.5
1967-68ء	7.6	2.9	11.7
1968-69ء	10.6	2.9	4.5

Source: Economic Survey of Pakistan 1984-85

اس گوشوارے سے واضح ہے کہ بڑے پیمانے کی صنعتوں نے اس عرصہ کے دوران ترقی کی جبکہ چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی شرح ترقی قریباً یکساں اور بہت کم رہی جبکہ زراعت کا شعبہ مسلسل اُتار چڑھاؤ کا شکار رہا۔

زرعی (زمینی) اصلاحات (Land Reforms)

زرعی اصلاحات کے لیے صدر ایوب خاں نے مغربی پاکستان کے گورنر اختر حسین کی سربراہی میں 1959ء میں ایک کمیشن بنایا جس کی سفارشات کی روشنی میں زرعی اصلاحات کا اعلان کیا گیا۔ ان اصلاحات کے اہم نکات درج ذیل تھے۔

1- کوئی شخص پانچ سو ایکڑ نہری یا ایک ہزار بارانی زمین سے زیادہ کا مالک نہ ہو سکے گا۔ باغات و چراگاہوں کی صورت میں موجودہ زمیندار 150 ایکڑ مزید رقبہ اپنے پاس رکھنے کا مجاز تھا۔

2- زمینداروں کو یہ حق دیا گیا کہ وہ اپنے خاندان کی عورتوں اور یتیم بچوں کو اپنی زمین دے سکتے ہیں تاہم ایسی زمین کی حد 250 ایکڑ نہری اور 500 ایکڑ بارانی سے زیادہ نہیں ہوگی۔

3- موجودہ زمیندار مذکورہ بالا حد سے زیادہ زمین حکومت کے حوالے کردیں گے جس کا معاوضہ انھیں قسطوں کی صورت میں 25 سالوں میں ادا کیا جائے گا۔

4- جاگیریں بلا معاوضہ بحقِ سرکار ضبط کر لی گئیں۔ البتہ وہ جاگیریں برقرار رکھی گئیں جو تعلیمی، مذہبی اور خیراتی اداروں کے نام وقف تھیں۔

5- جو فاضل زمین حکومت کے قبضے میں آئی اس کی تقسیم یوں کی گئی کہ موروثی مزارعین کو مالکان قرار دے دیا گیا۔ دیگر مزارعین اور غیر مالک کاشتکاروں کو یہ حق دیا گیا کہ وہ حکومت سے زمین آسان اقساط میں خرید سکتے تھے۔

6- مزارعین کو زمینوں سے بے دخلی کے خلاف قانونی تحفظ دیا گیا اور ان سے خلافِ قانون کوئی فیس وصول کرنا، بیگار یا کسی اور طرح کی خدمت لینا ممنوع قرار دے دیا گیا۔

7- اجارہ (زمیندار کا حصہ) کی شرح میں اضافہ پر بھی پابندی لگا دی گئی۔

8- زرعی کمیشن کی سفارش پر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بٹی ہوئی زمینوں کو یکجا کرنے کے لیے اقدامات کیے گئے۔ اشتمال اراضی کا یہ کام کئی سال بعد تک جاری رہا۔ خود ایوب خان کے اپنے بیان کے مطابق قریباً نوے لاکھ ایکڑ زمین اشتمال اراضی کے ذریعے یکجا کی گئی۔

یحییٰ خاں

یحییٰ خاں کا دورِ حکومت 1969-71ء
(Yahya Khan Regime 1969-71)

صدر جنرل محمد ایوب خان نے قریباً 10 سال حکومت کی اور ان کے دور میں کئی اصلاحات نافذ ہوئیں اور ملک نے صنعتی میدان میں کافی ترقی کی۔ آئین کی رُو سے تمام اختیارات صدرِ پاکستان کے پاس تھے۔

جنرل محمد ایوب خان کی حکومت کے خلاف عوام نے زبردست

تحریک چلائی اور حالات ان کے کنٹرول سے باہر ہونے لگے۔ ان حالات کے پیشِ نظر ایک دفعہ پھر ملک میں مارشل لا نافذ کر دیا گیا۔ 25 مارچ، 1969ء کو جنرل محمد یحییٰ خاں نے حکومت سنبھال لی اور 1962ء کے آئین کو ختم کر دیا۔

لیگل فریم ورک آرڈر 1970ء

(Legal Framework Order 1970)

صدرِ پاکستان جنرل محمد یحییٰ خان نے 1970ء کے انتخاب کرانے کے لیے ایک آئینی ڈھانچہ "لیگل فریم ورک آرڈر" کا اعلان کیا جس کے نمایاں خدوخال درج ذیل ہیں۔

1- قومی اسمبلی کی مدت پانچ سال اور اس کی نشستوں کی کُل تعداد 313 مقرر کی گئی۔

2- اسمبلی کا رکن منتخب ہونے کے لیے امیدوار کی عمر کم از کم 25 سال اور ووٹر کی عمر 21 سال سے کم نہ ہو۔ کوئی شخص بیک وقت ایک سے زیادہ نشستوں پر انتخاب لڑنے کا حق رکھتا ہے۔

3- قومی اسمبلی کے لیے پولنگ کی تاریخ 5 اکتوبر اور صوبائی اسمبلی کے لیے 22 اکتوبر، 1970ء مقرر کی گئی۔

4- ملک میں وفاقی طرزِ حکومت رائج کیا جائے گا اور شہریوں کو تمام بنیادی حقوق فراہم کیے جائیں گے۔

5- آئین کے تحت باقاعدہ اختیارات کی تقسیم کی جائے گی اور صوبائی خود مختاری کا مکمل تحفظ کیا جائے گا۔

6- عدلیہ کی آزادی کا مکمل احترام کیا جائے گا۔ عدلیہ عوام کے بنیادی حقوق کی حفاظت کرے گی اور اس کے فیصلوں کی پابندی مرکز اور صوبوں پر لاگو ہوگی۔

7- اسلامی نظریہ (آئیڈیالوجی) پر عمل کیا جائے گا اور سربراہِ مملکت (صدر) کے لیے مسلمان ہونا ضروری ہوگا۔

8- قومی اسمبلی تمام فیصلے سادہ اکثریت کے ساتھ کرے گی اور کورم 100 ارکانِ اسمبلی پر مشتمل ہوگا۔ اسمبلی کے اراکین کو خیالات کے اظہار کی مکمل آزادی ہوگی اور اسمبلیوں کے اندر کہی ہوئی کسی بات پر اراکین کے خلاف قانونی کارروائی نہ کی جائے گی۔

9- پاکستان ایک جمہوری ملک ہوگا اور ملک کا پورا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا جائے گا۔ قومی سلامتی کا تحفظ کیا جائے گا اور ملکی سلامتی کو نقصان پہنچانے والے کسی اقدام کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

10- آئندہ کی حکمت عملی کے لیے درج ذیل نکات طے کیے گئے۔

☆ اسلامی طرزِ زندگی کا فروغ۔

☆ اسلام کے اخلاقی اصولوں پر عمل کرنا۔

☆ پاکستان میں اسلامی اصولوں کے فروغ کے لیے اقدامات کرنا۔

☆ مسلمانوں کو قرآن اور اسلامیات کی تعلیم کی فراہمی کا بندوبست کرنا۔

انتخابات 1970ء
(Elections 1970)

1970ء کے قومی اسمبلی کے عام انتخابات میں مشرقی پاکستان سے شیخ مجیب الرحمٰن کی پارٹی عوامی لیگ نے 169 میں سے 167 نشستیں (بشمول خواتین 7 نشستیں) حاصل کیں، باقی دو سیٹوں پر نور الامین اور تری دیورائے کامیاب ہوئے۔ مغربی پاکستان سے ذوالفقار علی بھٹو کی پاکستان پیپلز پارٹی نے 144 میں سے 88 نشستیں (بشمول خواتین 5 نشستیں) حاصل کر کے واضح کامیابی حاصل کی اور باقی نشستیں دوسری سیاسی پارٹیوں نے حاصل کیں۔ انتخابات کے بعد اقتدار کی جنگ نے ایک نئی صورت حال اختیار کر لی۔

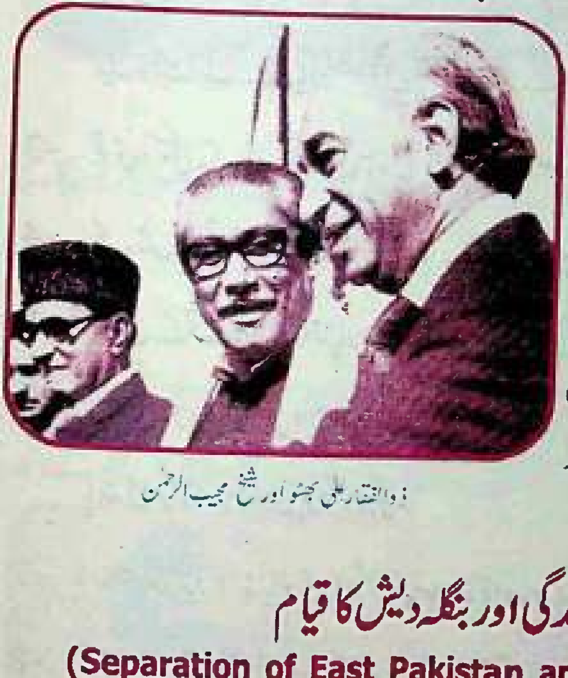

ذوالفقار علی بھٹو اور شیخ مجیب الرحمٰن

مشرقی پاکستان کی علیحدگی اور بنگلہ دیش کا قیام
(Separation of East Pakistan and Emergence of Bangladesh)

☆ شیخ مجیب الرحمٰن نے اپنی حکومت کے قیام کے لیے دباؤ ڈالا جبکہ پیپلز پارٹی نے اس کی بھرپور مخالفت کی۔ جنرل محمد یحییٰ خاں کی اقتدار سے چمٹے رہنے کی خواہش نے حالات کو مزید خراب کر دیا۔ اسی دوران شیخ مجیب الرحمٰن نے ریاستی معاملات میں عدم تعاون کی تحریک کا اعلان کر دیا۔ جگہ جگہ قتل و غارت، عدم تعاون، ٹیکسوں کی ادائیگی سے انکار، ہڑتالیں، عدالتوں کا بائیکاٹ اور ملازمین کا کام پر نہ جانا آئے دن کا معمول بن گیا۔ حالات پر قابو پانے کے لیے جنرل ٹکا خاں کو مشرقی پاکستان کا گورنر مقرر کیا گیا مگر حالات قابو سے باہر ہوتے گئے۔ اسی دوران بھارت کی شہ پر شیخ مجیب الرحمٰن نے متوازی حکومت قائم کر لی۔

☆ 23 مارچ، 1971ء کو شیخ مجیب الرحمٰن نے اپنے گھر پر بنگلہ دیش کا پرچم لہرا دیا۔ ان حالات میں شیخ مجیب الرحمٰن کی گرفتاری نے حالات کو مزید خراب کر دیا۔ خانہ جنگی اپنے عُروج پر پہنچ گئی اور ہندوستان مکمل طور پر عوامی لیگ کی حمایت کر رہا تھا اور اپنے غنڈوں کو مشرقی پاکستان بھیج رہا تھا جو مکتی باہنی کے کارکنوں سے مل کر پاکستانی فوجیوں اور عام شہریوں کو قتل کروا رہے تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں مشرقی پاکستانیوں نے بھارت کی طرف ہجرت شروع کر دی۔ ہندوستان کی حکومت نے مہاجرین کی مدد کا بہانہ بنا کر مشرقی پاکستان پر حملہ کر دیا۔

☆ زمینی اور فضائی رابطہ کٹ جانے اور مقامی لوگوں کے عدم تعاون کی وجہ سے مشرقی پاکستان میں فوری اور مؤثر کارروائی نہ ہو سکی اور ہماری افواج کو مجبوراً ہتھیار ڈالنا پڑے۔ بھارت آخر کار اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا اور مشرقی پاکستان 16 دسمبر، 1971ء کو ایک الگ وطن بنگلہ دیش کے نام سے دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا۔

مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے اسباب
(Causes of Separation of East Pakistan)

مشرقی پاکستان، وفاقِ پاکستان کا دایاں بازو تھا۔ یہ بازو اندرونی و بیرونی ریشہ دوانیوں کے سبب 1971ء میں ہم سے کٹ گیا اور پاکستان دولخت ہو گیا۔ ذیل میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے اسباب کا ذکر کیا جاتا ہے۔

1- ایوب خاں کا آمرانہ دور (Ayub Khan Dictatorial Era)

ایوب خان کا دس سالہ آمرانہ دور پاکستان پر مسلّط رہا۔ مستقل طور پر نافذ "ہنگامی حالت" نے نوکر شاہی کو تحفظ دیے رکھا۔ انھوں نے عوام کو دبا کر رکھنے کی وہ پالیسیاں اختیار کیں جن کے خلاف اندرونی طور پر ردِعمل پیدا ہوتا رہا۔ مشرقی پاکستان کے عوام بھی اس صورتِ حال کو برداشت نہ کر سکے اور علیحدگی پر مجبور ہو گئے۔

2- قومی قیادت کا فقدان (Lack of National Leadership)

قائداعظمؒ اور لیاقت علی خان کی وفات کے بعد پاکستان میں محبِ وطن لیڈر شپ کا فُقدان ہو گیا۔ مسلم لیگی قائدین عوام پر حکومت کرنا صرف اپنا حق سمجھتے تھے جس کے پیشِ نظر مشرقی پاکستان کی مسلم لیگی وزارت قیامِ پاکستان کے بعد عوام کا اعتماد حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ مسلم لیگی قائدین کا عوام سے مسلسل رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ عوامی مسائل کو سمجھ نہ سکے جو مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا ایک سبب تھا۔

3- اقتصادی بدحالی (Poor Economic Condition)

مشرقی پاکستان ہمیشہ سے اقتصادی طور پر بدحالی کا شکار رہا۔ تقسیمِ ہند سے پہلے بھی اس کی پسماندگی کا سبب

مغربی بنگال کا ہندو صنعت کار اور ہندو زمیندار تھا۔ اب بھی ہندو مشرقی پاکستان کی معیشت پر چھائے ہوئے تھے۔ پوری کوششوں کے باوجود بھی یہ پاکستان کے دوسرے صوبوں کے مقابلے میں معاشی طور پر پسماندہ رہا۔ اس سے مقامی آبادی میں احساسِ محرومی پیدا ہو گیا جو مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی صورت میں نمودار ہوا۔

4- ہندو اساتذہ کا منفی کردار (Negative Role of Hindu Teachers)

قیامِ پاکستان کے بعد حکومتیں پاکستانی قومیت کا جذبہ اُبھارنے میں ناکام رہیں۔ اس کے برعکس پاکستان مخالف گروہ اپنی سرگرمیاں جاری رکھنے میں کامیاب رہے۔ بدقسمتی سے بنگالی مسلمان ہمیشہ تعلیمی میدان میں ہندو سے کم تر رہا اس لیے سکولوں اور کالجوں کے اساتذہ کی اکثریت ہندوؤں پر مشتمل تھی جنھوں نے نئی نسل کے ذہنوں کو بنگالی قومیت سے آلودہ کر دیا۔ اسے نظریۂ پاکستان کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا جس نے مغربی پاکستان سے علیحدگی حاصل کرنے کی راہ ہموار کی۔

5- بنگالی زبان کا مسئلہ (Issue of Bengali Language)

بنگالی زبان کے مسئلے نے قومی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد اردو کو قومی زبان قرار دیا گیا۔ بنگالیوں نے بنگالی زبان کے حق میں تحریک شروع کی لیکن قائداعظمؒ کے غیر معمولی اثر ورسوخ کی وجہ سے یہ تحریک وقتی طور پر دب گئی۔ 1956ء کے آئین میں اردو اور بنگالی زبان کو سرکاری زبانیں تسلیم بھی کر لیا گیا لیکن بنگالیوں کی نفرت دور نہ ہو سکی۔

6- صوبائی تعصبات (Provincial Prejudices)

مشرقی پاکستان کی آبادی پاکستان کی کل آبادی کا 56 فیصد تھی۔ وہ پاکستان کے پانچ یونٹوں میں سے ایک یونٹ تھا لیکن مشرقی پاکستان کے سیاستدانوں نے ایوانِ زیریں میں آبادی کے تناسب سے نمائندگی کا مطالبہ کیا، جس کی بنا پر مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے سیاستدان ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہو گئے جو ملک کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کا موجب بنے۔

7- سیاستدانوں کی علاقائی سیاست (Territorial Politics of Politicians)

1954ء میں مشرقی پاکستان میں مسلم لیگ انتخابات ہار گئی اور میدانِ سیاست سہروردی، بھاشانی اور

نے اقتدار ایک دوسرے سے چھیننے کے لیے ہندو ارکانِ اسمبلی کی حمایت حاصل کرنے کی تگ ودو شروع کر دی۔ عوام کو ساتھ ملانے کے لیے منفی ہتھکنڈے استعمال کیے۔ اس طرح کرسی کے حصول کے لیے ان سیاستدانوں نے اس کرسی کے پائے توڑنے کی پالیسی پر عمل کیا۔

8- بڑی طاقتوں کی سازشیں (Conspiracies of Big Powers)

بھارت نے روس کے ساتھ بیس سالہ معاہدہ پر دستخط کیے۔ اس معاہدے نے جنوب مشرقی ایشیا میں روس اور بھارت کے مفادات کو یکجا کر دیا۔ بھارت کو روس سے ضروری کارروائی کرنے کے لیے حسبِ ضرورت سامان اور تکنیکی امداد حاصل ہوگئی۔

9- مجیب الرحمٰن کا چھے نکاتی فارمولا (Six Points Formula of Mujeeb-ur-Rehman)

مجیب الرحمٰن کا چھ نکاتی فارمولا مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے لیے زہر قاتل ثابت ہوا۔ اس فارمولے کا سبب یہ تھا کہ صوبوں کو الگ ریاستیں بنا دیا جائے اور نیم وفاق قائم کر دیا جائے۔ مجیب الرحمٰن نے معاشی بدحالی سے پسے ہوئے عوام سے کہا کہ جب تک مغربی پاکستان کی غلامی ختم نہیں ہو جاتی تم خوشحال نہیں ہو سکتے۔ وہ اپنی خود ساختہ صوبائی خودمختاری کے ڈرامے میں کامیاب ہوگیا۔

10- بھٹو مجیب اختلافات (Bhutto Mujeeb Differences)

بھٹو مجیب اختلافات نے علیحدگی کے مسئلے کو مزید ہوا دی۔ ان دونوں کے اختلافات کو ختم کروانے کے لیے مذاکرات کا اہتمام کیا گیا لیکن چنداں کامیابی نہ ہوئی۔ بھٹو نے 3 مارچ، 1971ء کے ڈھاکہ میں قومی اسمبلی کے اجلاس کا بائیکاٹ کیا جس سے مغربی اور مشرقی پاکستان کے درمیان فاصلہ مزید بڑھا۔

11- علاقائی جماعتوں کی کامیابی (Success of Regional Parties)

1970ء کے انتخابات میں دونوں صوبوں میں کسی بھی بڑی جماعت کو نشستیں حاصل نہ ہو سکیں۔ شیخ مجیب الرحمٰن کی عوامی لیگ مشرقی پاکستان میں اور بھٹو کی پیپلز پارٹی مغربی پاکستان میں کامیاب ہوئیں۔ صوبہ خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں ولی خان کی نیپ اور جمعیت العلمائے اسلام (ہزاروی گروپ) کامیاب رہا۔ کوئی پارٹی بھی قومی پارٹی کہلانے کی مستحق

نہ تھی کہ جس کو اقتدار سونپا جاتا۔ عوامی لیگ کو نمایاں اکثریت حاصل ہوئی جس کو اقتدار نہ مل سکا جو علیحدگی کا ایک سبب بنا۔

12- فوجی کارروائی (Military Action)

23 مارچ، 1971ء کو مجیب الرحمٰن نے اعلانِ بغاوت کر دیا۔ بنگلہ دیش کے جھنڈے تک لہرا دیے گئے اور مغربی پاکستان کے باشندوں اور بہاریوں کا قتلِ عام شروع کر دیا گیا جس کے پیشِ نظر فوجی کارروائی کا فیصلہ کیا گیا۔ میجر جنرل یعقوب علی خان نے فوجی کارروائی سے انکار کرتے ہوئے استعفیٰ دے دیا اور جنرل ٹکا خاں کو مشرقی پاکستان کا گورنر مقرر کیا گیا۔ ٹکا خان کی کارروائی نے مغربی پاکستان کے خلاف مزید ردِ عمل پیدا کیا اور مرکزی حکومت عوامی حمایت سے اور زیادہ محروم ہو گئی۔

13- گنگا طیارے کا اغواء (Hijacking of Ganga Aeroplane)

بھارت نے اپنا گنگا نامی طیارہ اغوا کر کے لاہور پہنچا دیا جس کی تمام تر ذمہ داری حکومت پاکستان پر عائد کر دی گئی۔ اس کے بعد اس طیارے کے اغوا کو بہانہ بنا کر بھارت نے مغربی پاکستان کا مشرقی پاکستان سے فضائی رابطہ منقطع کر دیا۔ یہ محض ایک سازش تھی جو صرف مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے لیے تیار کی گئی تھی۔ فضائی رابطے کے خاتمے سے مشرقی پاکستان کو اسلحے کی ترسیل رک گئی جس سے بروقت فوجی کارروائی نہ ہو سکی۔

14- بھارت کی فوجی مداخلت (India's Military Interference)

بھارت کی مسلسل خواہش تھی کہ پاکستان کی سالمیت کو کسی نہ کسی بہانے سے کمزور کیا جائے۔ بھارت نے اپنی سرحدوں کی حفاظت کا بہانہ بنا کر "مکتی باہنی" کے نام پر ہزاروں تخریب کار مشرقی پاکستان میں داخل کر دیے اور مشرقی پاکستان پر حملہ کر دیا۔ فضائی تحفظ کی عدم موجودگی میں محصور پاکستانی فوج کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور اسے مجبوراً ہتھیار ڈالنا پڑے جس سے ملک دولخت ہو گیا۔

مشقی سوالات

(حصہ اوّل)

1- ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

☆ قراردادِ مقاصد کب منظور ہوئی؟

(الف) 1930ء (ب) 1940ء

(ج) 1946ء (د) 1949ء

☆ مشرقی پاکستان کی آبادی کُل آبادی کا کتنے فیصد تھی؟

(الف) 54 (ب) 56

(ج) 58 (د) 60

☆ چھ نکاتی فارمولا کس نے پیش کیا؟

(الف) مجیب الرحمٰن (ب) ذوالفقار علی بھٹو

(ج) بھاشانی (د) یحییٰ خان

☆ مشرقی پاکستان ایک الگ وطن بنگلہ دیش کے نام سے دنیا کے نقشے پر کب نمودار ہوا؟

(الف) 1969ء (ب) 1970ء

(ج) 1971ء (د) 1972ء

☆ صدرِ پاکستان جنرل محمد یحییٰ خان نے 1970ء کے انتخابات کرانے کے لیے ایک آئینی ڈھانچے "لیگل فریم ورک آرڈر" کا اعلان کیا جس کے مطابق قومی اسمبلی کی نشستوں کی کُل تعداد تھی:

(الف) 310 (ب) 313

(ج) 316 (د) 320

☆ قیامِ پاکستان کے بعد کس زبان کو قومی زبان قرار دیا گیا؟

(الف) بنگالی (ب) پنجابی

(ج) انگریزی (د) اردو

☆ 1970ء کے انتخابات میں مغربی پاکستان سے کس سیاسی پارٹی نے اکثریت حاصل کی؟

(الف) نیپ (ب) جمعیت العلمائے اسلام (ہزاروی گروپ)

(ج) پیپلز پارٹی (د) عوامی لیگ

☆ جنرل محمد یحییٰ خان نے کب حکومت سنبھالی؟

(الف) مارچ 1969ء (ب) اپریل 1970ء

(ج) دسمبر 1971ء (د) جون 1972ء

☆ صدر ایوب خان نے زرعی اصلاحات کا کب اعلان کیا؟

(الف) 1958ء (ب) 1959ء

(ج) 1960ء (د) 1965ء

☆ دوسرے پانچ سالہ ترقیاتی منصوبے کا دورانیہ ہے:

(الف) 1950-1955ء (ب) 1955-1960ء

(ج) 1960-1965ء (د) 1965-1970ء

☆ پاکستان اور بھارت کے درمیان "سندھ طاس" کا معاہدہ کس کی مدد سے ہوا؟

(الف) تولیتی کونسل (ب) سلامتی کونسل

(ج) عالمی عدالت (د) عالمی بینک

☆ 1956ء کا آئین کتنی دیر نافذ العمل رہا؟

(الف) 2 سال 3 ماہ (ب) 2 سال 5 ماہ

(ج) 2 سال 7 ماہ (د) 2 سال 9 ماہ

☆ کسی پسماندہ معیشت کا ترقی یافتہ معیشت کی طرف گامزن ہونا کہلاتا ہے:

(الف) پسماندگی (ب) روزگار

(ج) معاشی ترقی (د) توازن ادائیگی

☆ اقوام متحدہ کی کوششوں سے 1965ء کی جنگ کب بند ہوئی؟

(الف) 12 ستمبر' 1965ء (ب) 15 ستمبر' 1965ء

(ج) 20 ستمبر' 1965ء (د) 23 ستمبر' 1965ء

☆ بنیادی جمہوریتوں کے ممبران کی کُل تعداد کتنی تھی؟

(الف) 60 ہزار (ب) 70 ہزار

(ج) 80 ہزار (د) 90 ہزار

2- کالم (الف) کو کالم (ب) سے اس طرح ملائیں کہ مفہوم واضح ہو جائے۔

کالم الف	کالم ب
لیاقت علی خان کی وفات	1949ء
قراردادِ مقاصد	1970ء
پاکستان کا دوسرا آئین	1958ء
وحدتِ مغربی پاکستان کا خاتمہ	1951ء
ایوب خان کا مارشل لا	1962ء

3- خالی جگہ پُر کریں۔

☆ مولوی تمیزالدین پاکستان کی پہلی آئین ساز اسمبلی کے __________ تھے۔

☆ ریڈکلف کی غیر منصفانہ تقسیم سے بھارت کو __________ تک رسائی حاصل ہوگئی۔

☆ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے __________ میں پہلی تعلیمی کانفرنس کا انعقاد کروایا۔

☆ لیاقت علی خان نے __________ میں اسمبلی سے قراردادِ مقاصد منظور کروائی۔

☆ پاکستان کا پہلا آئین __________ کو ملک میں نافذ ہوا۔

☆ جنرل ایوب خان نے مسلم فیملی لاز آرڈی نینس (عائلی قوانین) کا اجرا __________ میں کیا۔

☆ 1959ء میں صدر ایوب خان نے __________ کا نیا نظام متعارف کروایا۔

☆ پاکستان اور بھارت کے درمیان 1960ء میں __________ کا معاہدہ طے پایا۔

☆ لیاقت نہرو معاہدہ __________ طے پایا۔

☆ لیاقت علی خان نے __________ میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔

(حصہ دوم)

4- مختصر جوابات دیں۔

☆ پاکستان کی پہلی آئین ساز اسمبلی کی تشکیل کیسے ہوئی؟

☆ ایوب خان کی زرعی اصلاحات کے کوئی سے پانچ نکات بیان کریں۔

☆ 1956ء کے آئین کی پانچ اسلامی دفعات تحریر کیجیے۔

☆ دوسرے پانچ سالہ ترقیاتی منصوبے کے اہداف کیا تھے؟

☆ 1965ء کی جنگ میں پاکستانی بحریہ کا کیا کردار تھا؟

☆ مسلم فیملی لاز آرڈی نینس 1961ء کے کوئی سے پانچ نکات تحریر کریں۔

☆ 1965ء کی جنگ کے دو اسباب بیان کریں۔

☆ آئینی ڈھانچے "لیگل فریم ورک آرڈر" میں آئندہ کی حکمت عملی کے لیے درج نکات تحریر کیجیے۔

☆ یونین کونسل اور یونین کمیٹی سے کیا مراد ہے؟

☆ 1956ء کا آئین کیسے منسوخ ہوا؟

☆ واحد شہریت سے کیا مراد ہے؟

☆ ریڈکلف کی غیر منصفانہ تقسیم سے کون کون سے مسلم اکثریت والے علاقے بھارت کے پاس چلے گئے؟

☆ مالاکنڈ ڈویژن کیسے تشکیل دیا گیا؟

☆ معاشی ترقی سے کیا مراد ہے؟

☆ تیسرے پانچ سالہ ترقیاتی منصوبے کے پانچ اہداف کا تذکرہ کیجیے۔

تفصیل سے جوابات دیجیے۔

5- پاکستان کی ابتدائی مشکلات کا جائزہ لیجیے۔

6- قراردادِ مقاصد کے اہم نکات کی وضاحت کیجیے۔

7- 1962ء کے آئین کے نمایاں خدوخال بیان کیجیے۔

8- مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے اسباب بیان کیجیے۔

9- "لیگل فریم ورک آرڈر" کے نمایاں خدوخال کی وضاحت کیجیے۔

10- 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے واقعات بیان کیجیے۔

11- پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے قائداعظمؒ کا کردار واضح کیجیے۔

12- 1962ء کے آئین کے نمایاں خدوخال بیان کیجیے۔

13- بنیادی جمہوریتوں کے نظام کے مختلف مراحل کا جائزہ لیجیے۔

14- پاکستان کے پہلے وزیراعظم کی حیثیت سے لیاقت علی خان کا کردار واضح کیجیے۔

عملی کام

☆ طلبہ کے درمیان مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے اسباب کے موضوع پر تقریری مقابلہ کروائیں۔

☆ انتخابات کی سرگرمیوں کے حوالے سے طلبہ مختلف گروپ بنا کر مباحثے کا انتظام کریں۔

باب پنجم

تحفظِ حقوقِ نسواں

(Protection of Women's Rights)

تدریسی مقاصد:

اس باب کے مطالعہ کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ سمجھ سکیں:

- "تشدد" اور "عورتوں پر تشدد" کی اصطلاحات
- پاکستان میں خواتین پر ہونے والے مظالم
- خواتین پر تشدد کے حوالے سے عام تصورات
- اسلام میں عورت کا مقام اور حقوق
- خواتین پر تشدد کے حوالے سے پنجاب حکومت کی کوششیں

نسوانی تشدد (Violence against Women)

عالمی ادارہ صحت کے مطابق تشدد جسمانی قوت یا جبر کا وہ ارادتاً استعمال ہے، جس میں زخم، موت، نفسیاتی تکلیف یا کسی چیز سے محرومی ممکن ہو۔ نسوانی تشدد صنفی تشدد کی ایک قسم ہے، جس کی بنا پر عورت کے جسمانی، دماغی اور تولیدی مراحل پر بُرا اثر پڑتا ہے۔

اقوام متحدہ کے مطابق نسوانی تشدد وہ عمل ہے جس میں جسمانی، دماغی یا جنسی نقصانات شامل ہیں۔ اس طرح عورت کو اس کی عوامی یا ذاتی زندگی میں دھمکی آمیز باتوں اور جبر سے آزادی کی نعمت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

بہت سے لوگ یہ سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں کہ تشدد خاندان یا گھر میں ناممکن ہے۔ عالمی ادارہ صحت کے اعداد و شمار یہ ظاہر کرتے ہیں کہ دنیا میں ہر تین میں سے ایک یا تقریباً 35 فی صد خواتین وہ ہیں جن پر اُن کے خاندان کے ہی کسی فرد یا کسی جاننے والے نے تشدد کیا ہوتا ہے۔

پاکستان میں نسوانی تشدد (Violence against Women in Pakistan)

دنیا کے دیگر حصوں کی طرح پاکستان میں بھی عورتیں روزانہ تشدد کا شکار ہوتی ہیں۔ پاکستان میں عورتوں پر مختلف طریقوں سے تشدد کیا جاتا ہے (مثلاً قتل، ہراساں کرنا، تیزاب پھینکنا، گھریلو تشدد، تسلی بخش جہیز نہ لانے پر سسرال کی طرف سے تشدد وغیرہ)۔ تشدد نہ صرف جسمانی ہوتا ہے بلکہ یہ جذباتی اور معاشی تنگی کی صورت میں بھی ظہور پذیر ہوتا ہے۔

تشدد کی شکار خواتین اور تشدد کے مرتکب افراد (Victims and Offenders)

تشدد کی شکار عورتوں میں دیہاتی، شہری، امیر، غریب، مذہبی اور مختلف اعتقادات پر یقین رکھنے والی خواتین شامل ہیں۔ بعینہ مجرم بھی کسی مخصوص طبقے سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ ان میں بھی امیر، غریب، مذہبی، غیر مذہبی، تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ افراد شامل ہوتے ہیں۔ مجرم ستم رسیدہ عورت کے جاننے والے ہو سکتے ہیں یا وہ اجنبی بھی ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح بعض اوقات عورت بھی عورت پر تشدد کر گزرتی ہے۔

نسوانی تشدد کا تنقیدی جائزہ
(Critiquing Common Ideas About Violence Against Women)

نسوانی تشدد کے وقوع پذیر ہونے کی کچھ وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ معاشرے نے اس کو بالعموم مشترکہ عمل سمجھ کر قبول کر لیا ہے۔
۲۔ مجرموں کے خلاف سزا پر عمل درآمد نہیں ہوتا۔
۳۔ معاشرے میں عدم مساوات ہے۔
۴۔ مزید یہ کہ اسلام میں خواتین کو جو حقوق دیے گئے ہیں ان سے عدم واقفیت تشدد کی عام وجہ ہے۔

غلط مفروضہ (Myth)

یہ غلط مفروضہ رائج ہو چکا ہے کہ تشدد ستم رسیدہ کی اپنی غلطی یا قصور کی بنا پر وقوع پذیر ہوتا ہے۔

حقیقت (Fact)

بعض لوگوں کی یہ دلیل ہے کہ تشدد کا انحصار خواتین کے ملبوسات ان کی ازدواجی حیثیت، ان کا طرزِ حیات اور ان کی سوچ کی بنا پر ہوتا ہے۔ یہ دلیل غلط ہے کیونکہ اس کا وبال مجرم کی بجائے ستم رسیدہ عورت پر پڑتا ہے۔ اس بات کا سمجھنا ضروری ہے کہ تشدد میں صرف مجرم ہی قصوروار ہوتا ہے، ستم رسیدہ نہیں! تشدد کا ارتکاب عام طور پر اُس وقت ہوتا ہے جب جھگڑے کے حل کے لیے کوئی متبادل طریقہ موجود نہ ہو۔ بہر حال جھگڑے کے حل کے لیے کوئی ایسا مصالحاتی طریقہ اختیار کیا جائے، جس کی بنا پر یا تو تشدد کا ارتکاب کم ہو جائے یا ختم ہو جائے۔

ب۔ اس وقت ہوتا ہے جب وہ گھر سے باہر کوئی کردار ادا کرتی ہیں۔

حقیقت (Fact)

ہمارے معاشرے میں عورتوں کی گھر کے باہر کی زندگی عموماً بڑی غیر محفوظ ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عورتوں کو عوامی مقامات پر جانے سے منع کیا جاتا ہے۔ یہ تصور بھی غلط ہے۔ نسوانی تشدد باہر کی طرح گھروں میں بھی ممکن ہے۔ بہر حال عام جگہوں پر جانا مرد اور عورت دونوں کا یکساں حق ہے۔ عوامی مقامات پر جانے کے لیے عورتوں پر پابندی لگانے کی بجائے اُن مقامات کو قابلِ رسائی اور محفوظ بنایا جائے۔

نسوانی حقوق کی تاریخ (History of Women Rights)

نسوانی حقوق میں سماجی اور قانونی حقوق شامل ہیں، جن کا مطالبہ تمام دنیا کی خواتین کرتی ہیں، مثلاً مردوں اور عورتوں کے لیے نوکریاں اور تنخواہ کے یکساں حقوق، اپنی مرضی یا پسند کے مطابق شادی کے حقوق، تعلیم اور وراثتی حقوق وغیرہ۔ حقوق کے اس مطالبے کی وجہ سے 19ویں صدی میں تحریکِ حقوقِ نسواں اور تحریک مساواتِ نسواں کی بنیاد پڑی۔ موجودہ دور میں تمام دنیا کے ممالک میں عورتوں کے حقوق کو قانونی طور پر تحفظ حاصل ہے۔ قیامِ پاکستان کے وقت عورتوں کو بعض سیاسی اور معاشرتی حقوق دیے گئے۔ فاطمہ جناح وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے پاکستان کی عورتوں کے حقوق کی وکالت کی۔ اُن کے علاوہ بیگم رعنا لیاقت علی خان نے بھی عورتوں کے حقوق کی موثر اور بھرپور حمایت کی۔ انہوں نے 1949ء میں پاکستان میں عورتوں کی اخلاقی، معاشرتی اور مالی بہبود کے لیے اپوا (APWA) کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ اِن خواتین کی دلیرانہ کوششوں کو سراہنے کے لیے پاکستان میں 12 فروری کا دن عورتوں کے حوالے سے منایا جاتا ہے۔

اسلام میں عورتوں کا مقام اور حقوق
(Status and Rights of Women in Islam)

تمام مذاہب بشمول اسلام ہر قسم کے نسوانی تشدد کی مذمت کرتے ہیں۔ اکثر عورتیں اس تصور کی بنا پر تشدد کا شکار ہوتی ہیں کہ وہ مردوں کی نسبت کم تر ہیں۔ بہر حال قرآن کی یہ آیات اس بات کی ترجمانی کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مردوں اور عورتوں کا رتبہ بحیثیت انسان برابر ہے۔

میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو مرد ہو یا عورت ضائع نہیں کرتا۔ تم ایک دوسرے کی جنس ہو۔

(آلِ عمران: 195)

جو شخص نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہوگا تو ہم اس کو (دنیا میں) پاک (اور آرام کی) زندگی سے

زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔ (النحل: 97)

پیغمبروں اور ان کے اصحاب کی تاریخ اور قرآن سے بے شمار مثالیں دی جاسکتی ہیں جو یہ ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں عورتوں کا مرتبہ مردوں کی نسبت کسی طرح کم نہیں ہے۔

حضرت حاجرہ (علیہا السلام) کا واقعہ ایک نمایاں مثال ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے عورتوں کے رتبے کو اُجاگر کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کی خاطر وہ کوہِ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑیں تا کہ وہ حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کو خوراک اور پانی مہیا کریں۔ یہ عمل اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ صفا اور مروہ کے درمیان بھاگنا حج کا ایک رکنِ عظیم بنا دیا گیا۔ تمام مردوں اور عورتوں پر لازم ہو گیا کہ وہ حج کی تکمیل کے لیے ان کے نقشِ قدم کی پیروی کریں۔ اس واقعہ سے اسلام میں عورتوں کی حیثیت کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔

حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پہلی زوجہ حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جزیرہ نما عرب کی ایک دولت مند اور ممتاز خاتون تھیں۔ ان کا مکہ معظمہ میں ایک تجارتی مرکز تھا جسے وہ خود سنبھالتی تھیں۔ ان کا تجارتی سامان شام جیسے دور دراز ملکوں کی منڈیوں میں جاتا تھا۔ اِن کے اجرتی تاجر اُن کا مال بیرونی جگہوں میں لے جاتے اور اُن منڈیوں سے وہاں کا مال خرید کر مکہ معظمہ میں فروخت کرتے تھے۔ ان تاجروں میں حضرت ابوطالب بھی تھے، جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے۔ حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے کاروبار کی کامیابی کو اس طرح دیکھا جا سکتا ہے کہ جب قریش کے تجارتی قافلے گرمیوں میں شام کو جاتے تھے اور سردیوں میں یمن کا رُخ کرتے تھے تو حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا قافلہ قریش کے سارے قافلوں کے برابر ہوتا تھا۔

بعثتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد ہمارے آخری نبی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس بات پر زور دیا کہ معاشرتی اصلاحات کے لیے جدوجہد کے سلسلے کا اہم پہلو دنیا اور عرب کے مظلوم اور محروم طبقات خصوصاً خواتین، خدام اور یتیموں کو بنیادی حقوق مہیا کرنا ہے۔ بالآخر مظلوم طبقات کی بہتری کے لیے بے شمار اقدامات اٹھائے گئے۔ مثال کے طور پر اسلام کی آمد کے بعد عرب میں بچیوں کو زندہ درگور کرنے کے نفرت انگیز عمل کو مکمل طور پر ختم کر دیا گیا۔

حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نامور خواتین کی وہ زندہ مثالیں ہیں جو ظلم وجبر کے سامنے ثابت قدم رہیں اور مشکل کی گھڑیوں میں مسلم خواتین کی رہنمائی کرتی

رہیں۔ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ دنیا اور آخرت دونوں میں بحیثیت انسان، مرد اور عورت اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں برابر ہیں۔ان کو اُخروی زندگی میں اپنے اپنے عمل کے مطابق سزا اور جزا دی جائیگی۔جوانہوں نے اس دنیا میں سرانجام دیا۔

نسوانی تشدد کے خاتمے کے لیے حکومت پنجاب کے اقدامات
(Punjab Govemment's Efforts to Address Violence Against Women)

پنجاب میں کم عمری کی شادی پر پابندی کا ایکٹ 2015ء
(Punjab Marriage Restraint Act 2015)

تمام پاکستان میں کم عمری کی شادی کا رواج عام ہے۔پنجاب میں شادی کی قانونی عمر لڑکیوں کے لیے 16 سال اور لڑکوں کے لیے 18 سال مقرر ہے۔پنجاب کی صوبائی اسمبلی نے 2015ء میں شادی ایکٹ میں ترمیم کی ہے کہ اگر والدین، نکاح رجسٹرار یا یونین کونسل کے کارندے 16 سال سے کم عمر لڑکیوں اور 18 سال سے کم عمر لڑکوں کی شادی کرواتے ہیں، تو ان کو قید اور بھاری جرمانے کی سزا دی جائے گی۔

حکومتِ پنجاب کا تحفظِ نسواں ایکٹ 2016ء
(The Punjab Protection of Women Against Violence Act 2016)

خواتین کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے 24 فروری 2016ء میں پنجاب حکومت نے پنجاب تحفظِ نسواں تشدد ایکٹ منظور کیا ہے۔یہ ان خواتین کو انصاف، تحفظ اور امداد مہیا کرتا ہے جو تشدد کا شکار ہوتی ہیں۔

یہ ایکٹ تشدد زدہ متاثرہ خواتین کو مختلف جرائم سے تحفظ دے کر انصاف فراہم کرتا ہے جیسے تشدد کے اظہار، گھریلو بدسلوکی، جذباتی اور نفسیاتی بےہودگی، معاشی تنگی، پیچھا کرنا اور سائبر کرائمز، وغیرہ۔

عمل درآمد کا طریقہ کار (Implementation Mechanism)

پاکستان میں بہت سی خواتین تشدد کے خلاف آواز نہیں اٹھاتیں کیونکہ انہیں ناانصافی کے خلاف کوئی معاشرتی امداد میسر نہیں ہوتی۔اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے صوبائی حکومت صوبے میں ضلعی سطح پر انسداد تشدد مراکز برائے خواتین قائم کر رہی ہے۔یہ مراکز صبح و شام کھلے رہیں گے اور وہاں تمام عملہ خواتین کا ہوگا۔وہاں مندرجہ ذیل سہولیات میسر ہوں گی۔

- ☆ تشدد زدہ متاثرہ خواتین کو پولیس تک رسائی حاصل ہوگی۔
- ☆ تشدد زدہ خواتین کے پسماندگان کو ضرورت پڑنے پر طبی، قانونی اور نفسیاتی امداد مہیا کی جائے گی، اسی طرح

ان کو پناہ گاہیں بھی میسر ہوں گی۔

☆ اگر کسی مرکز میں انہیں کوئی مشکل پیش آتی ہے تو وہ محافظ ٹیموں سے رابطہ کرسکیں گی، جن کے سربراہ ضلعی تحفظِ خواتین آفیسرز (DWPO) ہیں۔ ضلعی تحفظ خواتین کمیٹیوں (DWPC) کا حصہ ہیں جو کسی جگہ بھی داخل ہوسکتی ہیں تاکہ تشدد سے خواتین کو بچایا جاسکے۔

☆ ٹال فری نمبر، اِن عورتوں کے لیے قائم کیے جائیں گے جہاں وہ سنٹر میں نہیں آسکتیں تاکہ فون کے ذریعے معلومات اور امداد حاصل کرسکیں۔ یہ ٹال فری نمبر پہلے سے قائم شدہ ٹال فری نمبر (1043) کے علاوہ ہوگا جہاں خواتین تشدد کے خلاف شکایات کرسکیں گی۔ ہر عورت اپنے موبائل فون یا لینڈ لائن نمبر سے (Helpline) کو کال کر سکے گی۔ (Helpline) اپریٹرز، انکی شکایات کے اندراج کی معلومات فراہم کریں گے۔ اور انکا رابطہ ضلعی تحفظِ آفیسرز یا مقامی پولیس اسٹیشن اور دیگر ضلعی حکومتی حکام سے کروائیں گے۔ (SMS) نمبر 8787 کے ذریعے بھی پولیس سے رابطہ کیا جاسکے گا۔

دستورِ پاکستان کے مطابق تمام انسانوں کو آزادانہ زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے تاکہ وہ معاشرے کے برابر شہری بن سکیں۔ جب تک خواتین عدم مساوات اور ظلم کا شکار ہیں وہ اپنا جائز مقام حاصل نہیں کرسکتیں۔ خواتین کے جرائم کے خلاف خاموشی بے شمار مظالم کا سبب بنتی ہے۔ اس لیے ہر شہری کا فرض ہے کہ وہ تشدد کا شکار خواتین کی امداد کرے اور ان کے تحفظ کے لیے حکومت سے تعاون کرے۔ ان شہریوں کی حفاظت کی جائے جو ایسے مقدمات کو متعلقہ حکام تک پہنچاتے ہیں۔ ایسے ظلم اور ناانصافی کے خلاف صرف آواز اٹھا کر ہی ہم اپنے معاشرے کو بہتر ترقی یافتہ اور خوشحال بنا سکتے ہیں۔

مشقی سوالات

(حصہ اول)

1- ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگایئے۔

☆ VAW کا مطلب ہے:

(الف) جنگ زدہ کے خلاف تشدد (ب) صنفی تشدد

(ج) نسوانی تشدد (د) مردانہ تشدد

☆ پنجاب تحفظِ نسواں تشدد ایکٹ منظور ہوا:

(الف) 4 فروری 2015ء (ب) 24 فروری 2016ء

(ج) 23 مارچ 2015ء (د) 15 اگست 2016ء

☆ تشدد زدہ خواتین کے تحفظ کے لیے طریقہ کار موجود ہیں:

(الف) SMS نمبر 8787 پر پولیس کو رپورٹ کرنا۔

(ب) انسدادِ تشدد مراکز برائے خواتین میں پناہ حاصل کرنا۔

(ج) انسدادِ تشدد مراکز برائے خواتین کے ذریعے طبی و قانونی اور نفسیاتی امداد طلب کرنا۔

(د) مندرجہ بالا تمام۔

☆ انسدادِ تشدد مراکز برائے خواتین قائم کیے جائیں گے:

(الف) ضلعی سطح پر (ب) صوبائی سطح پر

(ج) شہری سطح پر (د) ملکی سطح پر

☆ نسوانی تشدد کا ارتکاب ممکن ہے:

(الف) خواتین کے ذریعے (ب) شوہر کے ذریعے

(ج) اجنبی کے ذریعے (د) تمام کے ذریعے

☆ پنجاب میں شادی کی قانونی عمر ہے:

(الف) لڑکے اور لڑکیوں کے لیے 14 سال۔

(ب) لڑکے اور لڑکیوں کے لیے 18 سال۔

(ج) لڑکے اور لڑکیوں کے لیے 16 سال۔

(د) لڑکوں کے لیے 18 اور لڑکیوں کے لیے 16 سال۔

☆ Helpline کا نمبر جو نسوانی تشدد کے مقدمات کی رپورٹ کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے:

(الف) 1023 (ب) 1043

(ج) 1068 (د) 1010

(حصہ دوم)

2- مختصر جوابات دیں۔

☆ "تشدد" اور "نسوانی تشدد" کی اصطلاحات بیان کریں۔

☆ یہ دلیل غلط کیوں ہے جس کے مطابق تشدد زدہ خاتون کا اپنا قصور ہوتا ہے؟

☆ نسوانی تشدد میں مجرم اور ستم زدہ کون ہوتے ہیں؟

☆ پنجاب تحفظِ نسوانی تشدد ایکٹ 2016 کے تحت کون کون سے جرائم آتے ہیں؟

تفصیل سے جوابات دیجیے۔

3- اسلام میں عورت کا کیا مقام ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں مثالیں دیکر واضح کریں۔

4- نسوانی تشدد کے متعلق عوامی رائے کا تجزیہ کریں

5- پنجاب تحفظِ نسواں تشدد ایکٹ 2016ء کے نمایاں خدوخال کیا ہیں؟ بیان کریں۔

6- انسدادِ تشدد مراکز برائے خواتین میں کون کون سی سہولیات میسر ہیں؟ وضاحت کریں

عملی کام

چار سے پانچ طلبا کا گروپ بنائیں۔ جو صنفی امتیاز کی مختلف مثالیں دیکر بحث کریں اور جنہوں نے حقیقی حالت نسوانی تشدد کا جائزہ لیا ہو۔ طلبا زیرِ بحث مسائل کا حل بھی تجویز کریں۔

ڈینگی وائرس سے بچاؤ

ڈینگی وائرس کیسے پھیلتا ہے؟

ڈینگی ایک مخصوص وائرس کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ وائرس ایک خاص قسم کے مچھر کے ذریعے پھیلتا ہے۔ اس مچھر کے جسم پر سفید رنگ کے نشان ہوتے ہیں۔ عام طور پر یہ مچھر صرف دن کے اوقات میں عموماً طلوعِ آفتاب کے دو تین گھنٹے بعد اور غروبِ آفتاب سے دو تین گھنٹے پہلے کاٹتا ہے۔ بروقت علاج سے اس مرض سے مکمل نجات مل جاتی ہے۔ ڈاکٹر مریض میں ظاہر ہونے والی علامات کے لیے ضروری ادویات تجویز کرتے ہیں۔

ڈینگی وائرس کی تشخیص

کسی شخص میں ڈینگی وائرس کے موجود ہونے کی تشخیص خون کے ٹیسٹ سے کی جاتی ہے۔

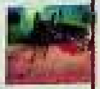

ڈینگی کی ابتدائی علامات

- شدید سر درد، نزلہ اور سردی محسوس ہونا
- آنکھوں کے پیچھے شدید درد
- تیز بخار اور جسم میں خاص طور پر کمر اور جوڑوں میں شدید درد
- جلد پر سرخ دھبے نمودار ہونا
- شدید بیماری میں ناک یا مسوڑھوں سے خون آنا

ڈینگی بخار کی علامات ظاہر ہونے پر فوری طور پر مریض کو زیادہ سے زیادہ مشروبات دیں اور کسی مستند ڈاکٹر یا قریبی ہسپتال سے فوراً رجوع کریں۔

ڈینگی وائرس سے بچاؤ کی تدابیر

- پورے جسم کو ڈھانپ کر رکھیں۔
- صاف پانی کے برتن مثلاً گھڑے، ڈرم اور ٹینکی وغیرہ کو اچھے طریقے سے ڈھانپ کر رکھیں۔
- گھروں میں رکھے گملوں میں پانی کھڑا نہ ہونے دیں۔
- گھروں کے اندر اور باہر موجود پودوں کی باڑھ کو باقاعدگی سے تراشیں اور بالخصوص شام کے وقت اُن پر سپرے کریں۔
- پانی کی ٹینکی/ ڈرم کو ہر ہفتے خالی کر کے خشک کریں اور پھر دوبارہ استعمال کریں۔
- پانی بھرنے پر ٹینکی/ ڈرم وغیرہ سے پانی کا اخراج نہیں ہونا چاہیے۔
- مچھر مار سپرے، کوائل، میٹ اور مچھر دانی کا استعمال کریں۔
- دروازوں اور کھڑکیوں پر جالیاں لگوائیں۔
- اپنے گھر اور محلے میں صفائی کا خاص خیال رکھیں۔

مقابلے میں اوّل قرار پانے والی ہماری یہ کتابیں بھی حکومتِ پنجاب کی طرف سے تعلیمی سال 2019-2020 کے لیے سرکاری سکولوں میں تقسیم کی گئی جیکٹوں میں شامل ہیں۔

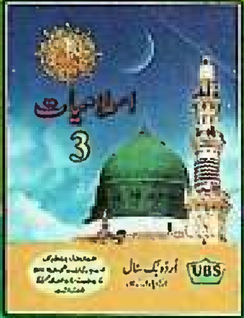

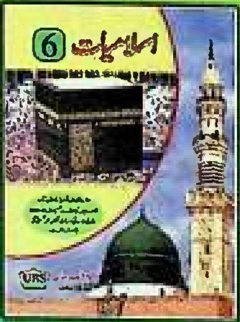

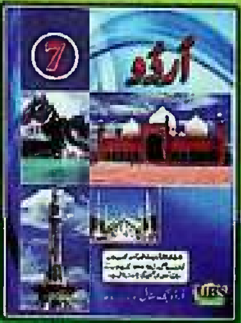

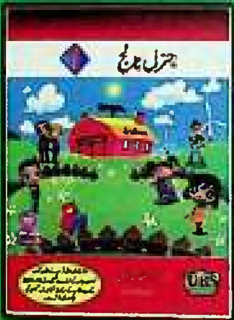

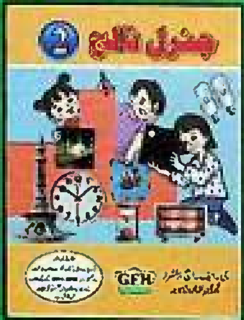

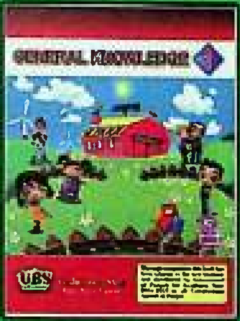

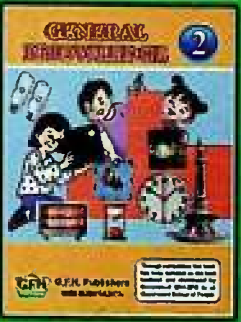

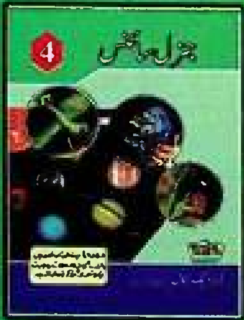

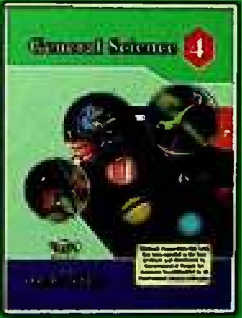

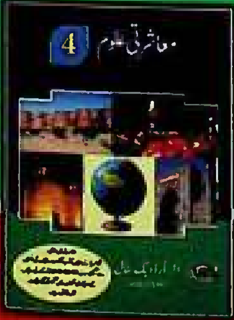

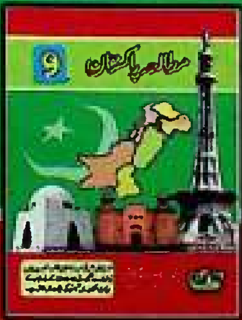

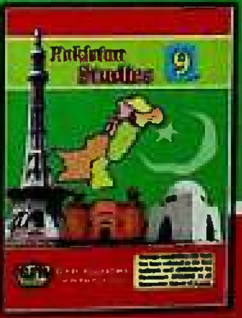

جی۔ ایف۔ ایچ پبلشرز
اُردو بازار، لاہور

GFH PUBLISHERS